جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے

100
سو سال

(1910ء–2010ء)

جو یکے بعد دیگرے تین عظیم عالمی مغربی سپر طاقتوں
کے زوال کا باعث بن گئے

انجینئر مختار حسین فاروقی

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان 047-7628361 047-7628561

جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے

سو سال

(1910ء-2010ء)

جو یکے بعد دیگرے تین عظیم عالمی مغربی سپر طاقتوں

کے زوال کا باعث بن گئے

انجینئر مختار حسین فاروقی

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

مصنف کا تعارف

نام: مختار حسین قوم کھوکھر

پیدائش: جھنگ صدر 12 ستمبر 1950ء

قلمی نام: انجینئر مختار فاروقی

تعلیم: میٹرک 1965ء اسلامیہ ہائی سکول جھنگ صدر، انٹرمیڈیٹ پری انجینئرنگ 1967ء

بی ایس سی (سول انجینئرنگ) 1971ء

رجسٹریشن PEC CIV 962

پیشہ ورانہ خدمات: ملازمت بطور سول انجینئر 1971-1977ء، سابق منیجنگ ڈائریکٹر پری کاسٹ بلڈرز پرائیوٹ لمیٹڈ لاہور، کراچی 1978-1987ء، بطور سول انجینئر خدمات ڈیرہ غازیخان، صادق آباد اور واہ وغیرہ

دینی تعلیم: مختلف شہروں میں قیام کے دوران قرآن وحدیث کی تعلیم مختلف علماء اور مدارس سے حاصل کی ہے۔

دینی سرگرمیاں: ☆ صدر انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

☆ قرآن اکیڈمی جھنگ لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ اور اس کے متعلق سرگرمیوں اور اداروں کی نگرانی

☆ مدیر ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ جنوری 2007ء سے جاری

☆ اہل علم سے رابطہ اور خدمات

☆ 1998ء سے آبائی شہر جھنگ میں قیام اور دینی خدمات میں ہمہ تن مصروف۔

سیر وسیاحت: بطور سول انجینئر خدمات کے دوران پورے ملک میں چترال سے کراچی اور کوئٹہ سے کشمیر کے دور دراز علاقوں تک تمام علاقہ جات کو قریب سے دیکھنے اور عام لوگوں کی زندگیوں کے حالات کے مشاہدہ کا موقع ملا ہے۔

بیرون ملک 1998ء میں پشاور تا کابل ایک پندرہ روزہ سفر، 1996ء میں سفر حرمین شریفین، 2008ء میں حج کا سفر 2010ء میں ایک مزید سفر حرمین شریفین۔

وابستگی: تنظیم اسلامی کے امیر سے بیعت

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

بَلۡ

نَقۡذِفُ

بالحق علی الباطل

فَیَدۡمَغُہٗ

القرآن (21-18)

بلکہ ہم حق کو باطل پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے

جملہ حقوق بحق انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ محفوظ ہیں

نام کتاب	:	جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے سو سال
تحریر	:	انجینئر مختار حسین فاروقی
ناشر	:	مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ
مقام اشاعت	:	قرآن اکیڈمی، لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ، جھنگ صدر فون: 047-7630861 ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com
اشاعت اوّل	:	جنوری 2012ء بمطابق صفر 1433ھ
اشاعت دوم	:	مارچ 2016ء بمطابق رجب 1437ھ
تعداد	:	1000
مطبع	:	سلطان باہو پرنٹنگ پریس فوارہ چوک جھنگ صدر
قیمت	:	Rs.300.00

تمام پبلک لائبریریوں، سکولوں اور کالجوں کے لیے حکومت پنجاب کے

سرکلر نمبر So. (A-I) 4-40/2011 کے مطابق منظور شدہ

مشمولات

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ

اور ان کو اللہ کے دن یاد دلاؤ

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ

ان میں (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں

ان لوگوں کے لیے جو صابر و شاکر ہیں

(05-14)

صدق اللہ العظیم

انتساب

ان مسلمان خواتین وحضرات کی

سعید روحوں کے نام

☆ جنہوں نے گزشتہ ایک صدی میں

احیائے اسلام اور احیائے خلافت

کی کوششوں میں

مال اور وقت کی قربانی دی گھر بار کی قربانی دی

مصائب جھیلے وطن چھوڑا

جان بھی قربان کر دی

اور ہمارے لیے لازوال، انمٹ نقوش چھوڑے

کہ اس قافلے کو اب منزل کے قریب کر دیں

اور ☆ جو آج اسی مقصد کے لیے خدا بیزار اور خدا ناشناس

انسان دشمن اور اخلاق دشمن قوتوں

سے نبرد آزما ہیں

اور ☆ جو آئندہ بھی اس سنگلاخ راستے پر

نکل کر کھڑے ہونے کا فیصلہ کر لیں گے

ایک صدی پہلے غلامی کی تاریک شب میں مسلمانوں کی حالت

غم پنہاں کہ بے گفتن عیان است

چو آید بر زباں یک داستان است

رہے پر پیچ و راہی خستہ و زار

چراغش مردہ و شب درمیان است

اقبال

کلام اقبال میں

آج

سابقہ برطانوی ہند کے مسلمانوں کی کیفیت

(امریکی زوال کے پس منظر میں)

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

عطا مؤمن پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی

سبق پھر پڑھ صداقت کا' عدالت کا' شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

یقین محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

چہ باید مرد را طبع بلندے' مشرب نابے
دل گرمے' نگاہِ پاک بینے' جانِ بے تابے

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

پیش لفظ

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں انجینئر مختار حسین فاروقی صدر انجمن خدام القرآن جھنگ و مدیر ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ کے قسط وار چار مضامین ہیں جو ماہ جنوری، ماہ مارچ، ماہ جون اور ماہ نومبر 2010ء میں برطانوی ہند کے مسلمانوں کی احیائی سرگرمیوں کے جائزے کے طور پر شائع ہوئے تھے۔ قارئین نے ان کو نہایت مفید پایا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے افادۂ عام کے لیے ان کو یکجا شائع کیا جا رہا ہے تا کہ یہی خیالات زیادہ وسیع حلقہ تک پہنچ سکیں۔

دوسرے حصے میں اولاً حکمت بالغہ ماہ اگست 2007ء میں شائع شدہ مدیر حکمت بالغہ کی ایک اور تحریر ہے جو جنگ آزادی 1857ء کے ڈیڑھ سو سال مکمل ہونے پر شائع ہوئی تھی۔ اس تحریر کے مشمولات برطانوی ہند کے مسلمانوں کی جدوجہد سے ہی متعلق ہیں۔ اس تحریر میں جنگ آزادی 1857ء جسے غاصب برطانوی سامراج نے 'غدر' اور 'بغاوت' کا نام دیا تھا۔ اس کے تین فریقوں......(1) برطانوی سامراج (2) ہندو اور (3) مسلمان......کا 150 سال کے بعد کے حالات و کیفیات اور اجتماعی سفر میں کامیابیوں اور ناکامیوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کتاب کے قارئین اس تحریر کو بھی عنوان کی مناسبت سے مفید پائیں گے۔

ثانیاً مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال کے نام ایک (فرضی) خط شامل اشاعت ہے۔ اس کے بعد آنے والے دور میں اسلام کے عالمی غلبے سے متعلق احادیث مبارکہ کو ان صفحات کی زینت بنایا گیا ہے تا کہ قارئین کرام کی نگاہوں میں ماضی کے ساتھ حال اور مستقبل بھی روزِ روشن کی طرح واضح رہے۔

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

مقدّمہ

حصہ اوّل

زندگی کے سفر میں انفرادی سطح پر بھی کامیابی کے حصول کے لیے گاہے گاہے رُک کر نفع نقصان کا میزانیہ تیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اپنی جدوجہد اور تگ ودو (EFFORTS) کا صحیح اہداف اور صحیح رُخ پر ہونے کا جائزہ لینا ضروری ہوتا ہے۔ بعینہٖ ــــــ اجتماعی سطح پر قوموں اور اُمتوں کے لیے بھی ایک زندگی ہوتی ہے۔ قدرت کی طرف سے قوموں، اُمتوں اور تہذیبوں کو مواقع روز روز میسر نہیں آتے۔ جب یہ مواقع ہوں اور کسی اجتماعیت کو سازگار ماحول مل جائے تو وہ اپنے جذبِ دروں اور نظریات کی حقانیت اور افادیت کی بنیاد پر آگے بڑھ کر قوت حاصل کرتی ہے اور اپنے نظریات کو ایک ریاست کی شکل دے کر معاشرہ تشکیل دیتی ہے اور فلاحِ انسانیت کا جو پروگرام اس اجتماعیت کے نظریات کے پاس ہوتا ہے وہ دنیا کے سامنے آشکارا ہوجاتا ہے۔

نظریات صحیح ہوں تو یہ اجتماعیت دنیا میں خیر کا باعث بنتی ہے اور روئے ارضی کو امن کا گہوارہ بنا دیتی ہے۔ نظریات منفی ہوں ذاتی اغراض اور علاقائی سوچ ہو تو ایسی اجتماعیتیں اپنے نظریہ کی قوت کی کمی کی وجہ سے فلاحِ انسانیت میں ناکام ہوجاتی ہیں اور نوع انسانی کو ظلم و جبر و استحصال کی غاروں میں دھکیل کر خود بھی فنا کے گھاٹ اُتر جاتی ہیں۔

تاریخ انسانی قوموں کے اسی عروج وزوال کی تاریخ ہے۔ اُمت مسلمہ بھی تاریخ کے بہتے دریا میں ایک اجتماعیت ہے، اس کے نظریات ہیں، اُس کی سوچ ہے، اس کا انسانیت کی فلاح کا ایک خاص ڈھب پر پروگرام ہے جس سے دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کی بھلائی مقصود ہے۔

اس ''جہانِ تگ و دو'' میں جد و جہد سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے اور عروج و زوال کے دن آتے رہتے ہیں۔ دنیا کی عام قوموں اور مسلمانوں میں ایک فرق نمایاں ہے کہ دیگر قوموں کے نظریات فلسفیانہ اور انسانی سوچ کی بنیاد پر تجرباتی علوم کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں اور قومی مقاصد اور قومی سوچ کے تحت وہ قومیں آگے بڑھتی ہیں۔ قومی ترقی، قومی فلاح، قومی نصب العین ـــــــ ان کا مطمع ہوتا ہے۔

جبکہ ـــــــ مسلمان دنیا کے اس 'معمورہ' میں ایک منفرد اجتماعیت کے حامل لوگ ہیں 'مسلمان' اُمت کا کوئی انفرادی اور قومی ایجنڈا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی قومی نصب العین اور کشور کشائی یا مالِ غنیمت پیشِ نظر ہوتا ہے بلکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے نمائندوں پیغمبروں علیہم السلام کے نام لیوا ـــــــ وحی آسمانی اور پیغمبروں علیہم السلام کی تعلیمات کے حامل ہونے کی بنا پر اس آسمانی ہدایت کے علمبردار ہوتے ہیں اور دنیا کے سامنے اس ہدایت کا عملی نمونہ پیش کرنا ان کا فرضِ اولین ہے اسی میں اس اُمت کے افراد کی بھی کامیابی ہے اور انسانیت کی بھی۔

ان پیغمبروں علیہم السلام کی جماعت میں ویسے تو ایک سے زیادہ اجتماعیتیں ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کی واشگاف الفاظ میں پیروی کا دعویٰ کرتی ہیں۔ یہود اور نصاریٰ انہیں اجتماعیّتوں میں شامل ہیں۔ تاہم انبیائے کرام علیہم السلام کے باب میں چونکہ ایک بات اُصول موضوعہ کے طور پر بدیہی طور پر طے تھی کہ ہر نبی علیہ السلام کے ماننے والے اس کے بعد آنے والے نبی پر ضروری ایمان لائیں گے۔ ورنہ وہ اس ہدایت کی شاہراہ سے ہٹ جائیں گے۔ اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں علیہم السلام کو ہدایت فرمائی تھی اور وہ اپنے پیروکاروں کو یہ بات علی الاعلان کہہ کر گئے تھے کہ میرے بعد آنے والے نبیوں کو ماننا اور ایک بڑا نبی علیہ السلام آئے گا اس کو بالخصوص ماننا ضروری تھا۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ اس ضمن میں تمام پیغمبروں علیہم السلام سے بھی اللہ تعالیٰ نے عہد لے لیا تھا کہ اگر اُن کی حیات طیبہ میں وہ بڑا پیغمبر علیہ السلام آ جائے تو اپنا کام چھوڑ کر اس بڑے پیغمبر علیہ السلام کا ساتھ دینا۔

اسی لیے کہا جاتا ہے کہ تمام پیغمبروں کا دین ایک ہی تھا اور ہدایت ایک ہی تھی دعوت

ایک ہی تھی وقت کے ساتھ ساتھ حالات کے بدلنے سے تفصیلی ہدایات میں تجرباتی علوم اور ظروف واحوال کی تبدیلی سے کچھ تبدیلی آتی چلی گئی۔

خوش قسمتی سے مسلمان سلسلہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے آخری اور بڑے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں۔ یہود و نصاریٰ بالخصوص اور پیغمبروں اور آسمانی ہدایت کے نام لیوا دوسرے گروہ____اس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بالقوہ پابند تھے۔ مگر اُنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو نہ مان کر گویا اپنے باطن کی کجی کو آشکارا کر دیا ہے اب وہ ایک قومی اور نسلی بنیاد پر الگ اجتماعیت کے دعویدار ہیں نہ کہ کسی آسمانی ہدایت کی بنا پر اسی لیے ان کے پاس فلاح انسانی کا کوئی آسمانی مشن بھی نہیں ہے۔ جبکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے 'اجتباء' کے منصب پر فائز ہیں اور قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق دنیا میں اجتماعی نظام کو اس کے مطابق بدلنے اور اس کا نمونہ دکھانے کی ذمہ داری لیے ہوئے ہیں اور اس ضمن میں اس عہد خداوندی کے پابند بھی ہیں اور قیامت کے دن جوابدہ بھی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر آپ کی ولولہ انگیز قیادت اور انتہائی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے مثال جانفشانی اور جانثاری کی وجہ سے اسلام غالب ہو گیا۔

اُمت مسلمہ کی ذمہ داری تھی اور ایسا ہی ہوا کہ مسلمانوں نے حتی المقدور اس نظام کو قائم رکھا اور یہ سلسلہ چھ سات صدیاں دنیا میں قائم رہا تا آنکہ کہ انسانی معاشرہ ہونے کی بنا پر اس پر بھی زوال آ گیا۔

اس ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اُصول ہماری رہنمائی کے لیے چھوڑا ہے وہ یہ ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ یَرۡفَعُ بِھٰذَا الۡکِتَابِ اَقۡوَامًا وَ یَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیۡنَ (مسلم، عن عمر رضی اللہ عنہ)

''بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کے ذریعے کچھ لوگوں کے درجات کو بلند کرتا ہے اور کچھ کو گرا دیتا ہے''

مسلمان جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہدایت یعنی قرآن مجید اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی

ہوئی تشریحات اور عملی نمونہ کے مطابق رہیں گے دنیا میں عزت پائیں گے۔ جب اس قرآن کی ہدایت سے دور ہو جائیں گے تو رسوا ہوں گے محکوم و غلام بن جائیں گے۔

اسی اُصول کے تحت مسلمانوں کی تاریخ میں دو عروج اور دو ہی زوال آ چکے ہیں۔ مسلمان چونکہ کسی خاص علاقے اور مخصوص نسل کا دین نہیں ہے بلکہ آفاقی دین ہے لہٰذا دوسرے دورِ زوال میں بھی یہ بالکلیہ ختم نہیں ہوسکا۔

1910ء ۔ 2010ء میں اُمت مسلمہ نے کیا کھویا کیا پایا کا جائزہ لینے کے لیے ہمارے نزدیک ایک اور بات بھی بڑی اہم ہے کہ اسی کی بنیاد پر ہم اپنی جدوجہد کا اندازہ کر سکتے ہیں اور کامیابی کو 'تول' سکتے ہیں کہ ہمارے سامنے ایک 'معیار' اور کامیابی کا ہدف ہو۔ ورنہ ہماری جدوجہد صحراء میں خانہ بدوشوں کی طرح بے مقصد سفر جاری رکھنے کے مترادف ہی ہوگی یا......

بقول اقبال ع آہ وہ تیرِ نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف

اُمت مسلمہ کی اجتماعی جدوجہد کے لیے اس دنیا میں اجتماعی ہدف کیا ہے؟ وہ سامنے آجائے تو یہ بات بڑی آسان ہو جائے گی کہ ہم گزشتہ ایک صدی کی اجتماعی جدوجہد اور اجتماعی سفر کا موازنہ کرکے اپنی کامیابی کا 'فی صد' نکال کر اپنے گریڈ کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ اہل ایمان سے فرمایا ہے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِيۡنَهُمُ الَّذِى ارۡتَضٰى لَهُمۡ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا يَعۡبُدُوۡنَنِىۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ بِىۡ شَيۡـًٔا وَ مَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ O (55:24)

''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان

کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں‘‘

اس آیت کے مطابق اہل ایمان جب کبھی یہ شرطیں پوری کردیں گے اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں اقتدار عطا فرما دے گا۔ حضرت محمد ﷺ سے پہلے بھی یہ وعدہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام وغیرہما کے ساتھ پورا ہو چکا ہے اور آپ ﷺ کے بعد بھی خلافت راشدہ قائم ہوئی اور آج بھی یہ وعدہ قائم ہے اور اُوپر درج حدیث مبارکہ کے مضمون سے عین ہم آہنگ ہے۔

آپ نے ایک فرمان میں تاریخ انسانی کے پانچ ادوار کا بھی ذکر فرمایا ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ اِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَة عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ فَتَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَتَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيًّا فَتَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَة عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ (رواه احمد عن النعمان بن بشير رضی اللہ عنہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے اندر عہد نبوت جب تک اللہ چاہے گا موجود رہے گا پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اس (عہد نبوت) کو ختم کردے گا اس کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی جو قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کردے گا پھر (اس کی جگہ) کاٹ کھانے والی بادشاہت قائم ہوگی جو جب تک اللہ چاہے گا برقرار رہے گی پھر اسے بھی جب اللہ ختم کرنا چاہے گا تو ختم کردے گا پھر جابرانہ ملوکیت کا دور ہوگا جو جب تک اللہ چاہے گا باقی رہے گا پھر اللہ جب اسے بھی ختم کرنا چاہے گا تو ختم کردے

گا پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ (دوبارہ) قائم ہوگی پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے''

اس فرمان رسالت ﷺ کے مطابق آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے بعد چار ادوار ہیں جو تاریخ انسانی میں آئیں گے۔

(1) ☆ خلافتِ راشدہ

(2) ☆ ملوکیت (مسلمان بادشاہ)

(3) ☆ جابرانہ ملوکیت (دورِ غلامی)

(4) ☆ خلافت علی منہاج النبوہ کا دورِ ثانی

تاریخ اسلام پر نگاہ دوڑائیں تو صاف نظر آئے گا کہ اوپر درج ادوار میں سے

☆ پہلا دور 11 ھ میں آپ ﷺ کی وفات سے شروع ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ختم ہو گیا۔

☆ اس کے بعد حالات ملوکیت کی طرف چلے گے اور دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد ملوکیت مکمل طور پر غالب آ گئی۔ یہ دور بنو اُمیہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد کا زیادہ حصہ اور دور بنوعباس ہے۔ اس کے بعد بھی عثمانی سلطنت (خلافت عثمانیہ) مغلیہ سلطنت وغیرہ اس کے تحت آتی ہیں۔ جذبہ ایمان میں اضمحلال آ گیا اور عملی طور پر مسلمان بے عمل ہو گیا مگر سیاسی و قانون سطح پر اسلامی قانون ہی رائج رہا۔

☆ اٹھارویں صدی سے یورپی اقوام نے صنعتی ترقی کے نتیجے میں عسکری، علمی، سائنسی صنعتی برتری سے مسلح ہو کر کے عالم اسلام پر حملہ کیا اور بیسویں صدی کے آغاز تک سارے عالم اسلام پر قبضہ کر لیا۔ کہیں براہ راست اور کہیں بالواسطہ۔

یہ دورِ جابرانہ ملوکیت کا ہے کہ حکمران غیر مسلم آ گئے اور مسلمان غلامی اور محکومی میں چلے گئے۔ ایک حدیث کے الفاظ کے مطابق اسلام مغلوب ہو گیا اور احیائے اسلام کے لیے کوششوں کی ضرورت سامنے آ گئی۔

☆ آخری دور ــــــ کہ خلافت کا نظام آئے گا اور دوسری احادیث کی روشنی میں اب یہ نظام عالمگیر ہوگا تاہم آغاز کسی ایک ملک سے ہی ہوگا۔ یہ دور ابھی ــــــ مستقبل کے پردوں میں چھپا ہوا ہے۔ اس کے آثار ہیں، اس سمت میں جدوجہد ہے، مسلم اُمہ میں آرزو ہے، اُمنگ ہے جذبہ ہے جہاد جاری ہے اور آج کی واحد سپر پاور امریکہ سے مسلمان دست و گریبان ہے ــــــ تاہم 'خلافت علی منہاج النبوہ' کی منزل ابھی مستقبل کا معاملہ ہے اور بقول اقبال

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار

ہر زماں پیش نظر 'لَا یُخلَفُ الْمِیْعَاد' دار

ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے اس فرمان جانفزا کی روشنی میں دیکھیں تو گزشتہ چار صدیوں کی جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی اجتماعی کوششیں اس جانب ایک سفر کا پتہ دیتی ہیں اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اس جانب سفر کرتی نظر آتی ہے۔

دوسری طرف ــــــ نگاہ دوڑائیں تو آج بھی مسلمان عالمی سطح پر ایک مغلوب، مقہور، مظلوم اور بے نوا اجتماعیت ہیں۔ بے پناہ وسائل کے باوجود عالمی سطح پر مسلمانوں کی کوئی حیثیت نہیں۔

ان دو نظر آنے والی حقیقتوں کے پیش نظر (کہ مسلمان زبوں حالی کا شکار بھی ہیں جبکہ جدوجہد بھی جاری ہے) آج کے مسلمانوں میں اور بالخصوص مسلمان نوجوان طبقہ (MUSLIM YOUTH) میں ایک طرح کی مایوسی پائی جاتی ہے اور ایک عام آدمی آج کے حالات سے سخت مایوس ہے اور اُمت مسلمہ میں دین سے دوری اور بدعملی تو ہے ہی۔ ــــــ یہ مایوس کن حالات کئی دیگر خارجی عوامل کے ساتھ مل کر اس بے عملی میں اضافہ کا سبب بن رہے ہیں۔

اس کتاب میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ (خصوصاً) برطانوی ہند کے مسلمان ــــــ اپنی گزشتہ ایک صدی کی تاریخ پر نگاہ دوڑائیں تو نظر آئے گا کہ مایوسی نہیں ہے۔ قوموں کی زندگی پانچ چھ صدیاں ہوتی ہے اس لحاظ سے اس ایک صدی میں اُمت مسلمہ نے بے شمار کامیابیاں حاصل کی

ہیں اور صاف نظر آ رہا ہے کہ امریکی تہذیب وتمدن کے زوال کے بعد مستقبل مسلمانوں کا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے آج کا ہر مسلمان ـــــ پیر و جوان اور مرد و زن ـــــ اس سے جذبہ حاصل کریں اور عالمی خلافت کی طرف ہماری بے پناہ کامیابیوں کے سفر کے آخری مرحلے میں ذرا زیادہ کوششیں کر کے اُمت مسلمہ کی کشتی کو منزل مراد تک پہنچا دیں۔ اس سے ہم مسلمان دنیا میں بھی کامیاب ہو جائیں گے اور ان شاء اللہ آخرت میں سرخرو ہوں گے۔ اگرچہ اپنی بے بضاعتی کا مجھے خوب اندازہ ہے تاہم اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس کتاب کے مندرجات کو امت مسلمہ کے سرگرم عناصر میں احیائے اسلام اور قیام خلافت کے جذبے کے لیے مہمیز بنا دے۔

حصہ دوم

انسان کی انفرادی زندگی میں 'یادداشت' اور 'حافظہ' کا جو مقام ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں ہے۔ بچے بوڑھے جوان سبھی اس بات سے واقف ہیں کہ یادداشت کھو جائے تو اچھا بھلا صحت مند باصلاحیت انسان ایک چلتی پھرتی لاش سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا کہ اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسے کیا کرنا ہے؟ وہ کہاں سے آیا ہے؟ کہاں جانا ہے؟ پہلے کیا کر رہا تھا اب آئندہ کیا کرنا ہے؟ اور اس ساری محنت وتگ سے مجھے حاصل کیا ہوگا؟ وہ کٹی ہوئی پتنگ کی طرح ہے کہ نہ معلوم کہاں جا اٹکے یا کہاں جا گرے۔ اس میں جیسے پتنگ کی مرضی اور پسند ناپسند کا دخل نہیں ہے اسی طرح وہ انسان بھی حالات کے بے رحم تھپیڑوں کے رحم وکرم پر ہوتا ہے۔

اسی طرح اجتماعی سطح پر قوموں کے لیے 'تاریخ' کا وہی مقام ہے جو کسی شخص کی زندگی میں یادداشت کا ہے۔ اگر کوئی قوم تاریخ کا مطالعہ چھوڑ دیتی ہے اور تاریخ اور ماضی سے لاتعلق ہو جاتی ہے اسے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ہم کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ ماضی میں کیا تھے؟ اب کیا ہیں؟ کیوں ہیں؟ آئندہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟۔ وہ قوم اغیار کے رحم وکرم پر ہوتی ہے وہ

اسے جیسے چاہیں اپنی اغراض کے لیے استعمال کریں۔

اس کتاب میں برطانوی ہند کے مسلمانوں کے نمائندے کے طور پر مسلمانانِ پاکستان کو اپنی قریبی تاریخ کے ایک سو سال کی اجتماعی جدوجہد اور اجتماعی سفر کی داستان پیش کی گئی ہے۔ جس سے ان شاء اللہ مجموعی طور پر حالیہ حالات و واقعات کا شعور اور آئندہ کے کام کے سلسلے میں رہنمائی ملے گی اور ایسے گوشے واضح ہوں گے جہاں ابھی بہت کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کے ادراک کے لیے مفید بنا دے اور اس کے علاج کے لیے ہمیں آمادۂ عمل کر دے۔آمین

ؔ اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں میری بات

انجینئر مختار فاروقی
قرآن اکیڈمی جھنگ

01-11-2011
4ذی الحجہ 1432ھ
سوموار

حصہ اوّل

1910ء تا 2010ء
جنوبی ایشیا (برطانوی ہند) کے
مسلمانوں کی احیائے خلافت کی جدوجہد

پہلا دور — 1910ء سے 1938ء تک

مسلمانوں کی حالت زار......اور

علامہ اقبال کی بے مثال فکری بصیرت

دوسرا دور — 1938ء سے قیام پاکستان تک

جنوبی ایشیا (برطانوی ہند) کے مسلمانوں کی تاریخ

تیسرا دور — اگست 1947ء سے مئی 1998ء تک

قیامِ پاکستان سے یومِ تکبیر تک

چوتھا دور — 1998ء سے 2010ء تک

پہلا دور

1910ء سے 1938ء تک
مسلمانوں کی حالت زار
اور
علامہ اقبال کی بے مثال فکری بصیرت

حکمت بالغہ جنوری 2010ء

جنوبی ایشیا کے مسلمان
کہاں کھڑے ہیں؟

2009ء کے اختتام پر ہم پاکستان، ہند، بنگلہ دیش (اور افغانستان و ایران) کے مسلمان بظاہر ایک قسم کی مایوسی کا شکار ہیں اور بالعموم پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر امریکی یا مغربی بالادستی کا راگ الاپا جارہا ہے۔ جبکہ صہیونی قوت مسلمانوں کے اس فکری انتشار، سیاسی خلفشار اور امریکی غلامی پر مغرور اور خوش ہے۔ آج کل چونکہ مغرب کی غلامی کے زیر اثر ہم نے تاریخ کو عام طور پر اپنے نصاب سے نکال دیا ہے۔ اور آج کا نوجوان ماضی قریب کی تاریخ سے بھی حقیقی طور پر واقف نہیں ہے، مطالعہ پاکستان میں بھی پاک و بھارت دوستی کا رنگ غالب ہونے کی وجہ سے تقسیم ہند کے وقت کی کیفیات کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا جبکہ ہماری نئی نسل کا ذہین طبقہ جو بالعموم ڈاکٹر اور انجینئر بننے کے لیے سائنس کے مضامین کا انتخاب کرتا ہے وہ تاریخ اور مسلمانوں کے عروج وزوال کے ضمن میں ماضی سے نابلد، مستقبل سے غافل اور حال مست رہتا ہے۔ اور ع ''نہ ابتدا کی خبر نہ انتہا معلوم'' کی کیفیت سے دوچار رہتا ہے۔ ہمارے اکثر سیاسی رہنما اور تاجر حضرات بھی تاریخی عوامل کا کردار نہ سمجھنے کی وجہ سے حالات کا صحیح تجزیہ نہیں کرسکتے۔ جبکہ صحافی حضرات مغربی زاویہ نگاہ سے پڑھ کر آگے آتے ہیں تو سوائے معدودے چند مخلص صحافیوں کے سب مغربی انداز فکر اور طرز استدلال اور مغربی نقطہ نگاہ سے حالات کو دیکھ کر امریکی اور صہیونی عزائم کے مطابق حالات کا تجزیہ کرتے ہیں اور بیک وقت مغربی آقاؤں کو خوش کرنے اور مسلمانوں کو مایوسی اور اندھیرے میں دھکیلنے کا کام کرتے ہیں۔

ذیل میں ہم برطانوی ہند کے مسلمانوں کی ایک صدی (1910ء تا 2010ء) کی جدوجہد آزادی، قیامِ پاکستان کی تاریخ ساز تحریک اور پاکستان کی 62 سالہ امریکی وصہیونی غلامی پر چار حصوں میں روشنی ڈالنے کی سعی کررہے ہیں جس میں پہلی کاوش 1938ء تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ امید ہے کہ قارئین اس کو مثبت اور مفید پائیں گے۔

جنوبی ایشیا میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی تاخت وتاراج، اپنوں کی غداری، مغلیہ سلطنت کا خاتمہ اور بالآخر بنگال سے درّہ خیبر تک تاجِ برطانیہ کا اقتدار ابھی ڈیڑھ صدی قبل کی بات ہے۔ 1857ء میں مسلمانوں کی طرف سے شروع کی گئی آزادی کی جنگ کو کچل کر یورپی استعمار نے یہاں پنجے گاڑ لیے اور دنیا کا ایک وسیع زرخیز علاقہ مغربی اور صہیونی منصوبہ سازوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

یورپی استعمار کے مقاصد

یورپ میں سائنسی ترقی، مشینوں کی ایجاد اور بے پناہ صنعتی ترقی سے یورپی اقوام اپنے ملکوں سے باہر نکلیں اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے عالم پر چھا گئیں اور مقامی تہذیبوں، ثقافتوں، مذاہب اور حکومتوں کو زیر کر کے ایک عالمی حکومت یا عالمی استعمار کے قائم کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ یہ واقعات جس تیزی اور تسلسل سے رونما ہوئے اس کا کما حقہ احساس مفتوحہ ممالک کے عوام وخواص نہیں کر سکے۔ مغربی اقوام کے پاس سائنسی ترقی اور وسائل تھے، فکر ونگاہ بھی بہت بلند اور عالمی تھی جبکہ اقوام مفتوحہ اپنے وسائل کی کمی، علمی پس ماندگی اور علاقائی سوچ کی وجہ سے اس آنے والے استعمار کی قوت کا صحیح اندازہ کرنے میں وقتی طور پر ناکام رہے ہیں۔

یورپی استعمار کی اٹھان اور عالمی غلبہ صرف سائنسی ترقی، علمی برتری اور صنعتی انقلاب کی وجہ سے ہوتا تو اس کو سمجھنا اور پھر اس کا مقابلہ کرنا آسان اور ماضی کے فاتحین اور بادشاہوں کی ہوس ملک گیری سے مشابہ ہوتا مگر اس استعمار کے طور طریقے، محکوم اور مفتوحہ اقوام پر مظالم، سیکولرازم کا دعویٰ عیسائیت کی تبلیغ، لالچ اور رشوت سے مقامی اقوام سے غدّاروں کی کھیپ کی تیاری اور سب

سے بڑھ کر مغربی افکار میں ایک خالص غیر مذہبی اور بے دین سوچ پر مسلسل پیش رفت' ایسے عوامل ہیں جو ـــــــ اس مغربی استعمار کے پس پشت ایک 'نادیدہ' اور 'غیر محسوس' قوت اور ایک ایسے انسانی گروہ کا پتہ دیتی ہیں جو برطانیہ، فرانس، اٹلی، جرمنی، امریکہ جیسے ممالک کو سیاسی مہروں کے طور پر استعمال کر رہا تھا اور سیکولر دعووں کے باوجود عیسائیت کے فروغ کے ذریعے اور دیگر ہتھکنڈوں سے محکوم اقوام کے مذاہب کی بیخ کنی کر کے اپنے خاص نظریات کی اشاعت کے ذریعے آہستہ آہستہ اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو رہا تھا۔

مفتوحہ اقوام کے اہل دانش اور اہل علم حضرات بالعموم بیسویں صدی کے آغاز تک مغربی استعمار کے پس پردہ اس خاص 'قوت' کو پہچاننے میں ناکام رہے ہیں لہٰذا مقامی سطح پر حالات کا تجزیہ کر کے اس کا مقابلہ کرنے کے جتنے کام ہوئے اور تحریکیں اٹھیں وہ اکثر و بیشتر ناکام ہوتی رہی ہیں۔

یورپی استعمار کے مقاصد کو سمجھنے کے لیے اس کے صحیح تناظر میں حالات کو دیکھنا ضروری ہے۔ اس نقطہ نظر اور زاویہ نگاہ سے برطانوی اقتدار، یورپی اقوام کی توسیع پسندی اور فکری یلغار کے جو مقاصد واضح ہوتے ہیں وہ ہمارے نزدیک حسب ذیل ہیں:

(1) سقوطِ غرناطہ (1492ء) کے بعد مغربی یورپ سپین (اندلس یا ہسپانیہ) میں 800 سالہ مسلم اقتدار کے دوران جو بے پناہ سائنسی ترقی ہوئی تھی اس کا سارا اثاثہ یورپ کے ہاتھ لگ گیا جسے یورپی اقوام نے یقیناً آگے بڑھایا اس طرح یورپ میں صنعتی انقلاب آ گیا اور مشینی طاقت سے کارخانوں کی پیداواری صلاحیت بہت بڑھ گئی، اقوام یورپ نے اپنی مصنوعات کی کھپت اور کارخانوں کو چلانے کے لیے خام مال کے حصول میں دنیا کی تسخیر کی ہے اور پس ماندہ اقوام کو زیر کر کے اُن کے وسائل پر حیلے بہانے اور غیر منصفانہ معاہدوں کے ذریعے قبضہ کر لیا (جیسے ایران سے 1920ء کے عشرے میں تیل کا معاہدہ یا ARAMCO کے سعودی عرب سے معاہدے)۔

(2) ابتداءً یہ قبضہ قدرے کم خطرناک تھا اور یہ پہلا مرحلہ تھا۔ صنعتی ترقی کی رفتار کو تسلسل دینے کے بلکہ بڑھانے کے لیے اس قبضہ کو جاری رکھنا بہت اہم تھا۔ اس کے لیے اقوام یورپ اور بالخصوص برطانیہ نے بے رحمانہ اور ظالمانہ تشدد کے ذریعے سے اپنے طویل اقتدار کے لیے راہ

ہموار کی ہے۔

(3) جنوبی ایشیا میں بھی یورپی اقوام نے مسلمانوں سے اقتدار چھینا تھا اس وقت وسطی ایشیا، مشرقی یورپ اور جنوبی ایشیا میں سلطنت عثمانی ایران کی صفوی سلطنت اور سلطنت مغلیہ' مسلم اقتدار ہی کی علامتیں تھیں لہٰذا یورپی اقوام اور مغربی استعمار نے عالمی قبضے اور اس میں استحکام کے لیے مسلمانوں کو کمزور کر کے اور اُن کی اجتماعیت کو توڑ کر علاقائی چھوٹی طاقتوں اور ریاستوں میں تقسیم کرنے کا منصوبہ بنایا تھا جس پر انہوں نے کمال ہوشیاری سے عمل درآمد کر دکھایا تا آنکہ پہلی جنگ عظیم (1914ء۔1918ء) کے بعد دنیا کا جو نقشہ عالمی سطح پر ابھرا اس میں سوائے مصطفیٰ کمال کے اقتدار (ترکی) کے، کوئی مسلم علاقہ آزاد نہیں تھا یعنی برطانیہ کے تسلط میں دے دیا گیا تھا۔

(4) اقوام یورپ صرف سیاسی وعسکری فتوحات اور شاہانہ غلبے کا خواب دیکھتیں تو سابقہ حکمرانوں، بادشاہوں اور فاتحوں کی طرح اسی پر اکتفا کر جاتیں مگر تاریخ عالم کی گزشتہ 3000 سالہ تاریخ گواہ ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک حصہ جو آسمانی ہدایت سے جان بوجھ کر دور ہو گیا جسے قرآن مجید میں "مغضوب علیھم" گروہ کہا گیا ہے اور جو بنی اسرائیل کی اپنی تاریخ میں "قتل انبیاء" جیسے جرائم پر بڑا جری اور دلیر تھا اور سیاسی، معاشی اور عسکری ہر میدان میں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ہر غیر اخلاقی حرکت کو روا رکھنے میں ماہر بھی تھا۔ ظلم، تشدد، بے راہ روی، عیاشی بدمعاشی اور بے حیائی اس کی کامیابی کے ذرائع ہیں۔

یہ گروہ کبھی فری میسن (FREE MASON) تحریک تھی اور کبھی حسن بن صباح کی تحریک ــــــ اہل علم جانتے ہیں کہ دنیا بھر کی خفیہ تنظیموں کا رشتہ بالآخر اسی گروہ سے جا ملتا ہے یہ بنی اسرائیل کا ایک حصہ ہے آج کل ZOINIST کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ یورپ میں کبھی PROTESTANTS کے ذریعے مقاصد حاصل کیے کبھی امریکہ میں (WHITE WASP ANGLO SEXAN PROTESTANTS) کے ذریعے۔

یہ گروہ یورپ کی موجودہ ترقی کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے اس قدر مؤثر انداز میں استعمال کر رہا ہے کہ اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ اسی گروہ نے عیسائیت کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرنے کا جال پھیلا رکھا ہے۔ تاجِ برطانیہ اسی گروہ کے مقاصد کا علامتی

کرداراورصہیونی منصوبوں کی تکمیل کا ذمہ دار ہے۔سودی نظام کو جائز کر کے اس گروہ نے وسائل حاصل کیےاور گزشتہ پانچ صدیوں میں بنک آف انگلینڈ سے شروع ہو کر آج تک معاشی استحصال کے ذریعے رقم حاصل کر کے اپنے مقاصد کی تکمیل پر خرچ کر رہا ہے۔

اسی گروہ کی شاطرانہ چالوں کی مثال یہ ہے کہ پہلی جنگ عظیم میں اسی گروہ کا پیسا برطانوی حکومت نے بھی خرچ کیا اور جرمنی حکومت کو اسی طبقے نے مشروط قرض دیا تا کہ دونوں میں سے جو بھی جیتے اسی گروہ کے مقاصد پورے ہوں۔

اس عالمی صہیونی گروہ کے مقاصد مشرق وسطی میں پیغمبروں کی سر زمین فلسطین کے مقدس علاقے سے وابستہ ہیں۔اس کے پیش نظر فلسطین سمیت وسیع علاقے میں ایک ایسی سلطنت کا قیام ہے جیسی حکومت حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت 950 سال قبل مسیح علیہ السلام میں تھی۔ یہ سلطنت مصر، سعودی عرب کا شمالی حصہ بشمول مدینہ، عراق، اردن، فلسطین، لبنان، شام اور ترکی کے جنوبی علاقوں پر مشتمل ہوگی۔مشرق وسطی میں ساری بدامنی اور باہمی خلفشار اسرائیل کے اسی مقتدر طبقہ کے توسیع پسندانہ عزائم کے شاخسانے ہیں اور قدم بہ قدم اسرائیل امریکی سرپرستی میں آگے بڑھ رہا ہے امریکہ اور امریکہ کے تمام وسائل ان صہیونی مقاصد کی تکمیل میں بُری طرح استعمال ہو رہے ہیں۔

اس صہیونی گروہ کا دوسرا مقصد بیت المقدس میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعمیر کردہ عبادت گاہ ہیکل سلیمانی (TEMPLE OF SOLOMAN) کی تیسری بار تعمیر جدید ہے۔حالانکہ وہ اپنی کتاب کے مطابق بھی قتل انبیاء جیسے جرائم سے مغضوب علیہم بن چکے ہیں۔ اور اب یہ مقامات صرف آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی وراثت ہیں، اسرائیلی جب تک ایمان نہ لائیں اور مسلمان نہ ہوں اس وقت تک یہاں ناجائز قابض ہیں۔

یاد رہے کہ ہیکل سلیمانی کی پہلی تعمیر حضرت داؤد علیہ السلام نے شروع کرائی تھی جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے شاہی اخراجات اور پیغمبرانہ شان کے ساتھ مکمل کی۔عراق کے ایک نمرود بادشاہ بخت نصر (NEBEUCAD NAZR) نے 567 قبل مسیح میں حملہ کیا اور اس کو گرادیا۔ 150 سال کی عراق کی غلامی سے بنی اسرائیل آزاد ہوئے اور مکابی سلطنت قائم ہوئی تو بنی

اسرائیل نے اس عبادت گاہ کی دوسری تعمیر کرائی تاہم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی اور قتل انبیاء جیسے جرائم کی پاداش میں (جیسے حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنے زعم میں تو یہود نے واجب القتل قرار دے کر رومی حکمرانوں کے حوالے کر دیا تھا یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو بچا لیا) سزا سے دوچار کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ٹائٹس رومی کے ذریعے یہود کو ذلیل کروا کر ارضِ فلسطین سے نکلوا دیا ہیکل سلیمانی مسمار کر دیا گیا یہ واقعہ حضرت مسیح علیہ السلام کے فوراً بعد صرف 70ء کا ہے۔ بیت المقدس 70ء سے آج (تادم تحریر) تک 1940 سال سے مسمار شدہ پڑا ہے، اس گھر کی غیر اخلاقی اور ناجائز تعمیر جدید اُن کے منصوبے میں شامل ہے، وسائل کی کمی نہیں نقشے تیار ہیں، اکتوبر 2001ء میں اس کا سنگ بنیاد بھی رکھ دیا گیا تھا۔ مگر تعمیرات کا آغاز اس لئے نہیں ہوسکتا کہ اس جگہ پر 'قُبّۃ الصخرہ' موجود ہے جسے گرایا جائے تو ہیکل سلیمانی اپنی اصل بنیادوں پر تعمیر ہوسکتا ہے۔ فلسطین میں ساری بدامنی، اسرائیلی دہشت گردی اور فلسطینیوں پر مظالم اسی لئے ہیں کہ وہ اس جگہ کو خالی کر دیں تاکہ قبّۃ الصخرہ کو منہدم کر کے اپنا منصوبہ مکمل کیا جا سکے۔

اس طویل پس منظر میں آپ دیکھئے کہ بیسویں صدی کے آغاز تک اس صہیونی قوت نے تاجِ برطانیہ کے ذریعے کیا کیا اقدام کر لیے تھے ان میں سے بعض اقدامات ایک دوسرے کی ضد ہیں مگر اسرائیلی مقاصد کے حصول کے لیے جو کام جہاں ضروری ہو وہی صحیح ہے، اصولوں کی پاسداری سے مقصد ہاتھ آئے تو اس کا پرچار اور اصولوں کو توڑ کر پیش رفت ممکن ہو تو اس میں بھی صہیونی قوت کی اخلاقیات پر کوئی حرف نہیں آتا۔

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد

برطانوی ہند میں 1857ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں نے ہی بنیادی کردار ادا کیا لہٰذا ناکامی کے بعد سزائیں، عقوبت خانے اور کالا پانی کی سزائیں بھی مسلمانوں کے حصے میں آئیں اور پھانسی کے پھندوں کو چوم چوم کر گلے میں ڈالنے کی سعادت بھی انہیں کو ملی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام مردانِ کار دنیا سے رخصت ہو گئے یا خود ساختہ جلاوطنی اختیار کر گئے تا آنکہ 1900ء کے بعد پھر مسلمانوں کی قیادت ابھری ہے اور جدوجہد آزادی کو ایک نیا روپ ملا ہے۔

برطانوی سامراج نے اس نصف صدی کے دوران اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے

ریل، ٹیلیگراف اور ڈاک کا نظام ملک میں پھیلا دیا اور نہری نظام آبپاشی کے ذریعے بنجر زمینوں کو آباد کردیا تاکہ خوشحالی آئے اور عوامی خوشحالی سے اقتدار کو طول ملے۔

☆ مذہبی میدان میں مسلمانوں سے عیسائیوں کے مناظرے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے منصوبے، جعلی نبوت کا اجراء اور اس کے ذریعے جہاد جیسے مقدس فریضے کے خاتمہ کا اعلان' برطانوی سازشوں کا حصہ تھے۔ عجیب بات ہے کہ مشرق وسطی میں برطانوی سامراج اور در پردہ صہیونی قوت مسلمان عربوں کو ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے اور جنگ کرنے پر آمادہ کررہی تھی اور یہی برطانوی سامراج اور یہودی ذہن برطانوی ہند میں قادیانی نبوت کے ذریعے جہاد کو 'حرام' قرار دے کر مسلمانوں کے دل سے اس کی عظمت کے اثرات زائل کررہا ہے تاکہ یہاں کے مسلمان برطانوی سامراج کے خلاف کھڑے نہ ہوسکیں۔

بیسویں صدی کے چند عظیم مسلمان رہنما

☆ بیسویں صدی کے آغاز میں برطانوی ہند کے مسلمانوں میں چند عظیم شخصیتیں منصۂ شہود پر آئیں جنہوں نے حالات کے دھارے کا رُخ موڑ دیا اور نئی تاریخ رقم کردی۔

ان شخصیات میں شیخ محمود حسن شیخ الہند، علامہ اقبال، ابوالکلام آزاد، قائداعظم محمد علی جناح، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی جوہر، مولانا حسرت موہانی وغیرہم طویل فہرست میں سے چند نمایاں نام ہیں۔

☆ بیسویں صدی کا آغاز برطانوی اقتدار کا عروج (CLIMAX)، مسلمانوں کے زوال کی انتہا (ANTI CLIMAX) اور جدوجہدِ آزادی کے ایک نئے دور کا آغاز ہے۔

☆ اگرچہ 1885ء میں انڈین نیشنل کانگریس وجود میں آچکی تھی مگر وہ انگریزوں کی پروردہ جماعت ہونے کے ساتھ صرف ہندو کے مفاد کے لیے کام کرنے کی وجہ سے بدنام ہوگئی تھی لہٰذا مسلمانوں نے حالات کے رُخ کو بھانپ لیا اور دسمبر 1906ء میں ڈھاکہ میں مسلم لیگ قائم کی۔

☆ سرسید احمد خان نے مسلمانوں کی بیداری اور تعلیمی ترقی کے لیے انتھک محنت کی تھی اور علی گڑھ کو ایک پرائمری مدرسہ سے اٹھا کر کالج بنا دیا تھا ان کا انتقال 1898ء میں ہے وہ اگرچہ اپنے اس تعلیمی منصوبہ کے خاطر خواہ نتائج نہ نکلنے پر مایوس تھے۔

☆ لسان العصر مولانا اکبر آلہ آبادی نے مغربی علوم کی یلغار اور مسلمانوں کی زبوں حالی کا نقشہ اپنے کلام میں کھینچا ہے چونکہ انہوں نے بحیثیت جج ہائی کورٹ مغربی تہذیب کو اندر سے اور قریب سے مشاہدہ کیا تھا لہٰذا انہوں نے مغربی سیاسی وعلمی برتری کے جلو میں بے اخلاقی، بے حیائی اور حیوانیت کا جو سیلاب اُمڈ آ رہا تھا اس کا تذکرہ کر کے قوم کو جگانے کی کوشش کی تھی۔ان کی وفات 1914ء کی ہے۔ان کے طنزیہ اور تیکھے انداز کے اشعار سوئی ہوئی مسلمان قوم کے لیے جھنجوڑنے کا ایک انداز تھا۔

☆ مولانا الطاف حسین حالیؒ نے مسلمانوں کی زبوں حالی اور کسی ''دانائے راز'' لیڈر کے فقدان کے باعث فکری انتشار کا نقشہ اپنی ''مسدس حالی'' میں کھینچا ہے اور اس وقت کی کیفیت کا صحیح عکس ان الفاظ میں نکال کر رکھ دیا تھا کہ ؎

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے

مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

☆ دیوبند ایک علمی اور اصلاحی تحریک کا عنوان تھا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے جاری احیائی جذبے اور ورثے کا امین۔دیوبند کی مادرِ علمی سے جو مجاہد اعظم اور مسلمانوں کی حکومت کی بحالی اور احیائے اسلام کا داعی اٹھا وہ شیخ الہند حضرت محمود حسن رحمہ اللہ تھے جن کا ثانی خود دیوبند کی تاریخ میں نہیں ہے۔وہ زینت منبر ومحراب تو تھے ہی کہ شیخ الہند اور شیخ الحدیث تھے دار و رسن اور فرنگی وصہیونی عقوبت کا نخچیر بھی کہ ــــــ وہ تحریک شہیدین کے وارث، جنگ آزادی کے جذبہ ولولہ کے امین، قرآن وحدیث کے تقاضوں سے واقف، وقت کے فرعون کے لیے لوہے کا چنا اور ریشمی رومال تحریک، ترکِ موالات، ہجرتِ کابل کے داعی اور نصب امامت کے مؤید۔علی گڑھ اور دیوبند زمینی طور پر زیادہ دور نہیں (ساٹھ ستر کلومیٹر) مگر مدرسہ دیوبند (قیام 1867ء) اور محمڈن ایجوکیشنل سوسائٹی علی گڑھ کے پرائمری سکول (قیام 1867ء) سے مسلمانوں میں جو علیحدہ علیحدہ فکری دھارے پروان چڑھ رہے تھے نصف صدی بعد ان میں انگریزوں کی پیدا کردہ غلط فہمیوں اور بعض دوسری وجوہات کی وجہ سے دوری پیدا ہوگئی تھی، شیخ الہند نے اس دوری کو بھانپ لیا اور اسے مسلمانوں کی فکری وحدت اور ملّی اتحاد کے لیے سم قاتل سمجھتے

ہوئے اسے دور کرنے کی کوشش بھی فرمائی۔ 1916ء۔1920ء کی جزائر مالٹا کی قید کاٹ کر جب شیخ الہند رحمہ اللہ کی واپسی ہوئی تو وہ صرف چھ ماہ زندہ رہے مگر ان چھ ماہ میں انہوں نے علی گڑھ کا ایک دورہ کیا وہاں اختلافات کو بھلانے کی بات بھی فرمائی اور نصب امامت کے لیے آزادئ ہند کی خاطر اپنی دلی کیفیات کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا:

''میں نے اس پیرانہ سالی اور علالت ونقاہت کی حالت میں آپ کی اس دعوت پر اس لئے لبیک کہا کہ میں اپنی ایک گمشدہ متاع کو یہاں پانے کا امید وار ہوں۔ بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر اللہ کی روشنی جھلک رہی ہے۔

............اے نونہالانِ وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غم خوار جس میں میری ہڈیاں پگھلی جارہی ہیں' مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور سکولوں کالجوں میں زیادہ ہیں تو میں نے اور چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں دیوبند اور علی گڑھ کا رشتہ جوڑا''۔ (خودنوشت سوانح حیات مولانا حسین احمد مدنیؒ۔ص ۱۷۶)

قائداعظم محمد علی جناح کی طرح شیخ الہند محمود حسن بھی 1920ء میں بھانپ گئے تھے کہ ہندو آزادی ہند کے پردے میں مسلمانوں کو دبانا چاہتا ہے اور برابری کی بنیاد پر معاملات طے کرنے کو تیار نہیں ہیں تاہم 1920ء میں ان کی وفات سے جدوجہد کا یہ باب بند ہوگیا۔

شیخ الہند محمود حسن تک مسلمان مذہبی طور پر متحد تھے، شیخ الہند کا لقب ہی ظاہر کررہا ہے کہ وہ پورے برطانوی ہند کے تمام مسلکوں کے علماء کے متفقہ رہنما تھے اور اس وقت کی مسلمانوں کی واحد نمائندہ مذہبی جماعت جمعیت علمائے ہند کے متفقہ صدر تھے۔ جمعیت آج کی مسلکی بنیادوں پر قائم جمعیت علمائے اسلام یا جمعیت اہل حدیث یا جمعیت علماء پاکستان کی طرح نہیں تھی بلکہ اس میں اہل حدیث علماء، فرنگی محل، بدایوں، اجمیر شریف کے علمی مراکز کے نمائندہ علماء، شیعہ علماء مفتی کفایت حسین مجتہد وغیرہم اور مولانا احمد رضا خان کے داماد مولانا عبدالعلیم میرٹھی (جو والد تھے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کے اور دادا تھے مولانا انس نورانی کے) بھی شامل تھے۔

افسوس کہ مذہبی سطح پر برطانوی ہند کے مسلمانوں کا یہ اتفاق واتحاد حضرت شیخ الہند کی وفات کے بعد برقرار نہ رہ سکا۔

☆ مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت اوران کے' کلام' نے 1912ء۔1920ء کے عرصے میں مسلمانوں اور بالخصوص جدید تعلیم یافتہ اور آزادی کے متوالوں کے خون کو گرمانے میں بڑا بنیادی کردارادا کیا،ان کا رسالہ' البلاغ' اورالہلال ان کی انقلابی تحریروں اورانگریز دشمن نظریات کی وجہ سے بند بھی ہوا،خود مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی قید وبند کی صعوبتیں اور بغاوت کے الزامات کے تحت سزائیں کاٹیں، برصغیر میں حکومت الٰہیہ کے قیام کا نعرہ عوامی سطح پرانہوں نے ہی لگایا۔

☆ قائداعظم محمد علی جناح انگلستان اور ہند کے حالات کو دیکھنے کے بعد آزدی ہند کے لیے کام پرآمادہ ہوئے واپسی پرابتداء کانگریس کے پلیٹ فارم کواستعمال کیااس وقت ان کا خیال تھا کہ ہندو مسلم متحد ہوکرانگریزوں سے آزادی حاصل کرسکتے ہیں۔

☆ 1920ء کے عشرے میں قائداعظم محمد علی جناح' ہندو کی ہٹ دھرمی اور مسلمانوں کے خلاف دلوں میں چھپے ہوئے بغض وعناد کے بعض شواہد دیکھ کرانگلستان منتقل ہو گئے تھےاور مستقل طور پروہیں آباد ہوجانے کاارادہ رکھتے تھے۔

☆ برطانوی ہند میں اس عرصے میں ملت اسلامیہ کے حُدی خوان کی حیثیت سے جوشخصیت سب سے نمایاں نظر آتی ہے وہ ہیں حضرت علامہ اقبال جوسیالکوٹ کےایک روایتی مذہبی گھر میں پیدا ہوئے، لاہور سے تعلیم حاصل کی،اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے،وہاں سے 1907ء میں واپسی ہوئی۔ اس دور میں برطانوی سامراج کا سورج نصف النہار پر تھا اور کہتے ہیں اس سلطنت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔علامہ اقبال نے قیامِ یورپ کے دوران انگلستان اور جرمنی میں وقت گزارااور تعلیم مکمل کی، علامہ اقبال کا ذہن وفطرت اسلام کی طرف مائل تھے ہی، والدین اوراساتذہ کی تربیت نے' قلب سلیم' کوجلا بخشی، یورپ کے سفر میں جدید تہذیب وتمدن اورمغربی فکر وفلسفہ کے زیراثر پروان چڑھنے والے فنون کو دیکھا تو علامہ نے ایک عقلمند انسان کی طرح صحیح اندازہ لگالیا کہ چونکہ مغربی فکر وفلسفہ کی بنیادیں ہی غلط ہیں لہٰذااس تہذیب کے تحت علوم وفنون بانجھ ہیں جوحیوانی تہذیب کوتو جنم دے سکتے ہیں کسی اعلیٰ خیال اوراعلیٰ فکر کی نرسری نہیں بن

سکتے۔اسی لئے علامہ اقبال نے فرمایا:

عذابِ دانش حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیلؑ

وطن واپسی کے بعد علامہ اقبال نے اپنی زندگی مغربی علوم وافکار کی خداناشناسی اور خدابیزاری کوطشت از بام کرنے کے لیے وقف کردی اور امت مسلمہ کو بیدار کرنے کا کام بڑے زوروشور سے تن تنہا سرانجام دینے میں لگ گئے۔

اس سے پہلے کہ ان صفحات میں علامہ اقبال کی مساعی کا تذکرہ کر کے ان کوخراج تحسین پیش کریں، ذیل میں بیسویں صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرے میں برطانوی سامراج اور درپردہ صہیونی قوت کی کارستانیوں اور سیاہ کارناموں کا تذکرہ از حد مفید ہوگا اور توضیح مطلب کے لیے کارآمد۔اس سے واضح ہوگا کہ کن مشکل حالات میں ہمارے اسلاف نے کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

1910ء ـــــ 1930ء برطانوی سامراج کی کارروائیاں

(ا) بیسویں صدی کے آغاز پر برطانوی ہند کے مسلمان بالعموم سہمے اور دبے ہوئے تھے۔ برطانوی استعمار اپنے پنجے گاڑ چکا تھا اور مرزا قادیانی کے ذریعے اپنے تئیں 'جہاد کوحرام' قرار دے کر سمجھتا تھا کہ اب مسلمان آئندہ کافی عرصے تک اس کے لیے کوئی خطرہ نہیں بن سکتے۔

(ب) 1913ء میں جزیرہ نمائے عرب میں ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند ہوگیا۔ 1914ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی، برطانیہ اور اس کے اتحادی ایک طرف تھے تو دوسری طرف جرمنی اور اس کے اتحادی تھے۔ترکی جو اس وقت سلطنت عثمانیہ تھا وہ جرمنی کی فطری اتحادی تھا۔لہٰذا برطانیہ کوسلطنت عثمانیہ کو ہر جگہ نقصان پہنچانے کا بہانہ مل گیا۔1913ء۔1920ء تک کے عرصے میں جزیرہ نمائے عرب' ترکوں کے ہاتھ سے نکل کر آلِ سعود کے پاس آچکا تھا جنہیں برطانیہ کی بالواسطہ اشیر باد حاصل تھی۔

(ج) 1917ء میں برطانوی فوجوں نے فلسطین پر قبضہ کرلیا۔شام بھی فتح ہوگیا۔ برطانوی

لیڈران (جیسے آج امریکی اوراس کے اتحادی مسلمانوں کے خیر خواہ نظر آتے ہیں) بظاہر جرمنوں کا ساتھ دینے پر عثمانیہ سلطنت کو نقصان پہنچا رہے تھے مگر درحقیقت تاج برطانیہ جو عیسائیت اور کیتھولک چرچ کا محافظ ہے اپنے صہیونی آقاؤں کی خواہشات کو پورا کرنے کا کام کررہے تھے۔ چنانچہ 1917ء میں فرانسیسی جنرل ایلن بی دمشق کی فتح کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر گیا اور ٹھوکر مار کر کہا: "LOOK SALADIN, WE HAVE COME"

(یادرہے کہ 1190ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے صلیبی جنگوں میں لڑ کر بیت المقدس عیسائیوں سے واپس لے لیا تھا۔ سات صدیوں تک اہل کلیسا یہ زخم اپنے سینے میں چھپاتے رہے اور اب عیاری سے یہ علاقہ فلسطینیوں سے چھین کر صہیونی قوت یہود کو دے دیا تھا۔ بالفور ڈیکلریشن اسی معاہدہ کی دستاویز ہے۔)

(د) 1918ء میں دوسری جنگ عظیم ختم ہوئی، جرمنی شکست کھا گیا تو لامحالہ سلطنت عثمانیہ بھی ہزیمت سے دوچار ہوگئی اور سلطنت کو کاٹ کر صرف موجودترکی تک محدود کر دیا گیا، اس کے سارے یورپی، روسی اور ترکستان کے مقبوضات برطانوی سامراج نے خود اتحادیوں میں تقسیم کر دیے۔

مزید برآں صہیونی فری میسن تحریک کے ذریعے اندرونی سازشوں کا جال بچھا دیا گیا اور سلطان عبدالحمید کو زچ کر کے بالآخر مصطفےٰ کمال اتاترک کے ذریعے سلطنت عثمانیہ کا تخت الٹ دیا گیا، سلطان معزول کر دیے گئے اور جلاوطن ہو گئے مصطفےٰ کمال نے ملک میں خلافت کا خاتمہ کر دیا اور فری میسن کے ایجنٹ کا کردار ادا کرتے ہوئے سیکولر نظام اور (شریعت اسلامی کے قوانین منسوخ کر کے) رومن لاء نافذ کر دیا۔ خلافت عثمانیہ کی منسوخی کا یہ واقعہ 28 رجب 1342ھ اور مارچ 1924ء کا ہے۔ اس واقعہ سے مسلمان امت کو بہت صدمہ ہوا اور امیدوں کا ٹمٹماتا چراغ بھی گل ہو گیا۔ برطانوی ہند میں جنگ کے دوران کعبہ پر برطانوی گولہ باری کا صدمہ پہلے ہی تھا سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کرنے اور بالآخر خلافت کی منسوخی کے خلاف شدید ردعمل ہوا اور زوردار تحریک خلافت برپا ہوئی جبکہ عرب دنیا میں اپنے اور پرائے سب خوش تھے اور کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا۔ برطانوی سامراج اور صہیونی قوت کی دوصد سالہ محنت کا ثمر اُسے خلافت کے خاتمے کی صورت میں ملا تھا۔

(ہ) جنگ میں فتح اور سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کے نشے میں برطانوی ہند میں فرنگی بربریّت اور ظلم میں اضافہ ہو گیا تھا اور 1919ء میں جلیانوالہ باغ امرتسر میں ایک اجتماعی جلسہ پر جنرل ڈائر نے فائر کھول دیا اور نہتے عوام کو بھون کر رکھ دیا، سینکڑوں لوگ مارے گئے، جس پر احتجاج بھی نہ کرنے دیا گیا اور ہزاروں لوگوں کو سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا۔ پنجاب کے شہروں گوجرانوالہ وغیرہ میں اس کے خلاف احتجاج ہوا تو اجتماعی جلوس پر ائیر فورس کے ذریعے بمباری کی گئی۔ مشہور برطانوی مصنف برٹرینڈ رسل (1873ء_1971ء) اپنی سوانح عمری میں لکھتا ہے کہ اس کی جوانی کے دور (بیسویں صدی کے ابتدائی سال) میں برطانیہ میں عوامی سطح پر یہ خیال عام تھا کہ برطانوی اقتدار کبھی ختم نہیں ہوگا۔

ملت اسلامیہ کو جگانے والا علامہ اقبال

دوسری طرف برطانوی ہند کے اس پس منظر میں (1911ء) میں علامہ اقبال نے 'شکوہ' نظم کے ذریعے قوم کو جگایا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اے خدا ! شکوہ اربابِ وفا بھی سن لے
خوگر حمد سے تھوڑا سا گِلا بھی سن لے

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر — کہیں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر
خوگرِ پیکر محسوس تھی انساں کی نظر — مانتا پھر کوئی اَن دیکھے خدا کو کیونکر؟

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا؟
قوتِ بازوئے مسلم نے کیا کام ترا!

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز — قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز — نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے!
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے!

یہ شکایت نہیں، ہیں ان کے خزانے معمور — نہیں محفل میں جنھیں بات بھی کرنے کا شعور
قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور و قصور — اور بے چارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور!

اب وہ الطاف نہیں، ہم پہ عنایات نہیں
بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں؟

اور ؎ طعنِ اغیار ہے، رسوائی ہے، ناداری ہے
کیا تیرے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے؟

اور ؎ ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے، جام رہے؟

مشکلیں امتِ مرحوم کی آساں کر دے مورِ بے مایہ کو ہمدوشِ سلیماں کر دے
جنسِ نایابِ محبت کو پھر ارزاں کر دے ہند کے دیر نشینوں کو مسلماں کر دے

جوئے خوں می چکد از حسرتِ دیرینۂ ما
می تپد نالہ بہ نشتر کدہ سینۂ ما!

لطف مرنے میں ہے باقی، نہ مزا جینے میں کچھ مزا ہے تو یہی خونِ جگر پینے میں!
کتنے بیتاب ہیں جو ہر مرے آئینے میں کس قدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے میں

اس گلستان میں مگر دیکھنے والے ہی نہیں
داغ جو سینے میں رکھتے ہیں وہ لالے ہی نہیں

اور ؎ عجمی خم ہے تو کیا، مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری

شکوہ اور فریاد کرتے ہوئے انسان کا اپنے اوپر قابو نہیں رہتا جس سے اللہ تعالیٰ بھی درگزر فرماتا ہے۔

لَایُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّامَنْ ظُلِمَ (النساء۔148)

''اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی علانیہ بُرا کہے مگر وہ جو مظلوم ہو''

شکوہ کے چند اشعار کے الفاظ پر علماء وقت نے گرفت کی تو علامہ اقبال نے ایک دوسری نظم جوابِ شکوہ 1913ء میں انجمن حمایت اسلام ہی کے سالانہ جلسہ میں سنائی۔ جس سے حاضرین اہل علم اور اہل دل پر رقت طاری ہوگئی، سسکیاں اور آہیں نکلنے لگیں۔ اللہ نے شکوہ، جوابِ شکوہ کو برطانوی ہند کے مسلمانوں کی بیداری کا سبب بنا دیا۔ چند اشعار جوابِ شکوہ کے

ملاحظہ ہوں:

ے عشق تھا فتنہ گر و سرکش و چالاک مرا
آسماں چیر گیا نالۂ بے باک مرا

اور ے ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ کوئی رہرو منزل ہی نہیں

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے! ہم سے کب پیار ہے؟ ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
طبع آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے تمہیں کہہ دو یہی آئین وفاداری ہے

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفل انجم بھی نہیں

منفعت ایک ہے قوم کی، نقصان بھی ایک ایک ہی سب کا نبیؐ دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں!
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

اور ے امراء نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملتِ بیضاء غرباء کے دم سے

اور ے رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

اور ے وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائے یہود

ہر کوئی مست مئے ذوقِ تن آسانی ہے تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟
حیدری فقر ہے، نے دولتِ عثمانی ہے تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

علامہ نے قوم کو امید کی کرن دکھلائی اور دلوں میں آرزو اور امنگ پیدا کر دی:

ے آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی کوکبِ غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی
خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی گل برانداز ہے خونِ شہدا کی لالی

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

اور عدل اجتماعی اور مساوات و اخوت کا نشان ـــــ ''نظام خلافت'' کے قیام کے لیے دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

ے وقت فرصت ہے کہاں؟ کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

اور ے قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

دنیا میں مسلمانوں کا وجود ـــــ انسانی وقار، غیرت، چادر و چار دیواری کا احترام اور عدل و انصاف کی آرزو کی نشانی اور قیام خلافت حضرت محمد ﷺ کی رحمت للعالمینی کا مظہر ہے۔ مسلمان کیا' غیر مسلم بھی اس کے لیے ترس رہے ہیں

عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تیری مرے درویش! خلافت ہے جہانگیر تری
ماسوائے اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

علامہ اقبال نے اپنی نظموں میں مسلمان نوجوانوں کو مختلف پیرایوں میں جھنجوڑا ہے:

ے کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سر درا

اور عمل پر ابھارنے کے لیے مختلف انداز اختیار کیے ہیں اور بے عملی کا تجزیہ کرکے سمجھایا ہے۔

؎ تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار، وہ کردار، تو ثابت، وہ سیارا

مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بنیاد وہ علم تھا جس کو ہم نے بھلا دیا اور یورپ نے اُسے اپنا لیا۔

؎ مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں اُن کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

اسلام رنگ و نسل سے بالاتر ایک نظریہ ہے جو وحدت اِلٰہ کے ساتھ وحدت آدم کی بنیاد پر مساوات انسانی کا علمبردار ہے۔ دنیا کے ہر علاقے کا شخص اگر کلمہ پڑھ لے تو مسلمان کہلا سکتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کا بھائی بن جاتا ہے۔

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا   مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا
توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے   آساں نہیں مٹانا، نام و نشاں ہمارا

علامہ اقبال کے کلام نے مسلمانوں کو جذبۂ عمل اور کچھ کر گزرنے کے لیے مہمیز کا کام بھی دیا ہے

سالار کارواں ہے میر حجاز اپنا   اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا
اقبال کا ترانہ بانگ درا ہے گویا   ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

1913ء سے 1924ء تک علامہ اقبال کے کلام نے ملک گیر شہرت حاصل کر لی اور ہر مسلمان تعلیم یافتہ جوان بوڑھا عورت مرد علامہ اقبال کے اشعار گنگنا کر جذبہ حاصل کرنے لگا اس لیے کہ اشعار اُسے اپنے دل کی آواز لگتے تھے۔

؎ عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

؎ نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

ے
یہ دور اپنے براہیمؑ کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ اِلا اللہ

اس جیسے اشعار سے علامہ اقبال نے نوجوانوں کو وقت کے فرعونوں اور نمرودوں سے ٹکرانے کا ولولہ دے دیا۔علامہ اقبال کے کلام سے غلامی کے خلاف دلوں میں نفرت پیدا ہوئی اور آزادی اور اسلامی طرز حیات کے لیے دلوں میں جذبے اور ولولے پیدا ہوکر انگڑائیاں لینے لگے۔

ے
اٹھو! میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخ امراء کے در و دیوار ہلا دو
گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقین سے
کنجشک فرو مایہ کو شاہین سے لڑا دو

اُن کا یہ مشہور قطعہ زباں زدعام ہوا ہے

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات
یا وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل
یا خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مسلک مردانِ خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہبِ ملاّ و جمادات و نباتات

انہوں نے بے عمل علماء اور صوفیاء پر بھی سخت تنقیدیں کی ہیں اور عوام کو ان کے چنگل سے نکلنے پر مجبور کردیا ہے۔

ے
ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
مرید سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب
خدا کرے کہ ملے پیر کو بھی یہ توفیق

مسلمانوں میں بیداری کی لہر تھی اور مسلمان پیروجواں اب کچھ کرنے کے لیے پرتول

ہی رہے تھے کہ برطانوی استعمار کی سازشوں سے سلطنت عثمانیہ کا وجود خطرے میں تھا اور 1924ء میں (28 رجب 1342ھ) کمال اتاترک نے ترکی میں سلطان عبدالحمید کا اقتدار چھین کر اس پر قبضہ کرلیا اور اپنے آقاؤں کی چشم آبرو کے اشارے پر (برطانوی سامراج اور فری میسن کے مشن کے عین مطابق) خلافت منسوخ کر دی اور جمہوری پارلیمانی نظام رائج کر دیا۔ اسلامی شریعت کے 1300 سالہ تسلسل کو ختم کر کے رومن لاء عدالتی قانون بنا دیا، نماز اور حجاب پر پابندی عائد کر دی۔ علامہ اقبال نے فرمایا تھا ؏ چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا

اس پر 1919ء سے 1924ء تک برطانوی ہند کے طول وعرض میں ایک شدید ردعمل پیدا ہوا اور غلامی کے ظلم وجبر میں سلگتے سینوں میں جیسے آگ بھڑک اُٹھی اور اس شدت سے ڈھاکہ سے خیبر تک ''تحریک خلافت'' برپا ہوگئی اور جلسے، جلوس، مطالبات، گرفتاریاں، ہڑتالیں ہوئیں کہ برطانوی سامراج کا اقتدار ڈول گیا۔ مسلمانوں نے اس موقع پر مرنے مارنے کا عہد کرلیا۔ اس وقت جو قیادت نمایاں تھی اس میں مولانا شوکت علی اور محمد علی جوہر تھے اُن کی والدہ کے الفاظ بہ زباں زدعام ہوگئے

بولی امّاں محمد علی کی جان بیٹا خلافت پہ دے دو

یہ معاملہ برطانوی کارپردازوں کے وہم وگمان سے بہت اوپر تھا اور اچانک ـــــــ چنانچہ اس موقع پر مہاتما گاندھی کو بھی آگے کر کے تحریک خلافت میں شریک کر دیا گیا اس کی ایک وجہ تو ظاہر تھی کہ یہ تحریک اس قدر زوردار اور شدید تھی اور مسلمانوں میں قید و بند برداشت کرنے کے لیے جذبہ اس قدر وافر تھا کہ انگریز بہادر کے قابو سے باہر تھا غالباً اسی وجہ سے ترکی بحیثیت ملک بچ گیا اور نام باقی رہ گیا اہل نظر دیکھ رہے تھے کہ شاید تاج برطانیہ کے اقتدار کا سورج گہنا جائے اور اسے جنوبی ایشیا سے بوریا بستر گول کرنا پڑے۔ لہٰذا ـــــــ اولاً ہندو کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں آزادی کا سارا کریڈٹ مسلمان نہ لے جائیں ـــــــ ہندو قیادت تحریک خلافت اور بحالی خلافت کے لیے مسلمانوں کے شانہ بشانہ اٹھ کر آمادۂ عمل ہوگئی اور ثانیاً تاج برطانیہ نے مہاتما گاندھی کو اس تحریک میں شامل کر کے اعلیٰ قیادت میں جگہ دلائی اور اندر کے راز اور منصوبے وائسرائے تک پہنچا دیے گئے جس سے تحریک آہستہ آہستہ مدھم پڑ گئی۔

علامہ اس تحریک میں متحرک تھے اور اس جذبہ ملّی اور ولولہ آزادی کو دیکھ کر مطمئن بھی کہ قوم مری نہیں ہے ابھی اس میں جان ہے۔ چنانچہ فرمایا:

ے نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زر خیز ہے ساقی!

اسی موقع پر آپ نے 'طلوع اسلام' نظم رقم فرمائی اور مسلمانوں کے جذبہ کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش فرمایا

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی — افق سے آفتاب ابھرا، گیا دور گراں خوابی
عروقِ مردۂ مشرق میں خون زندگی دوڑا — سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا و فارابی

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی
سرشک چشم مسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا
خلیل اللہ کے دریا میں ہوں گے پھر گہر پیدا

کتابِ ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے — یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا!
ربود آں ترک شیرازی دلِ تبریز و کابل را — صبا کرتی ہے بوئے گل سے اپنا ہم سفر پیدا!

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا!
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ے حنا بندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تری نسبت براہیمیؑ ہے معمار جہاں تو ہے
یہ نکتہ سرگزشتِ ملت بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوام زمین ایشیا کا پاسبان تو ہے

؎ سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

مسلمانوں کے تحریک خلافت کے قافلے کے ذوق وشوق پر فرمایا:

؎ ہوئے احرارِ ملت جادۂ پیما کس تجمل سے
تماشائی شگافِ در سے ہیں صدیوں کے زندانی

؎ غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں، نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور و بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
یقین محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

ملت اسلامیہ کی بیداری

یہ ملت اسلامیہ کی اسی بیداری کا نتیجہ تھا کہ تحریک خلافت کے ٹھنڈے پڑ جانے کے باوجود آزادی، مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بازیافت اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے کام کرنے کا جذبہ باقی رہ کر عام ہو گیا۔ چنانچہ 1929ء میں مدراس میں علامہ اقبال نے وہ مشہور خطبات ارشاد فرمائے جو RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM کے نام سے ملتے ہیں جس میں علامہ اقبال نے دور حاضر میں اسلام کی حقانیت کو مبرہن کر کے یہ بات واضح کر دی کہ دور حاضر میں اسلامی خلافت کی بازیافت اور اسلامی ریاست کا قیام کیسے ممکن ہے؟۔

اس بیداری کے نتیجے میں مسلم لیگ میں از سر نو جذبۂ عمل پیدا ہوا اور اس کے سالانہ اجلاس باقاعدگی سے ہونے لگے اور اہمیت اختیار کر گئے جس کا نقطۂ نظر عروج 1930ء کا سالانہ اجلاس تھا جو الہ آباد میں منعقد ہوا صدارت کے لیے علامہ اقبال سے زیادہ کوئی شخصیت موزوں نہیں ہو سکتی تھی کہ وہی بیداری کی اس تازہ لہر کے روحِ رواں تھے اور خطبات مدراس میں اُن کا یہ

ذہن سامنے آچکا تھا کہ مستقبل کی ایک مسلمان ریاست نہ صرف وقت کا تقاضا ہے بلکہ فکرِ انسانی جہاں تک پہنچ چکا ہے اور مغرب کی فکری لغزشوں (ڈارون، میکڈوگل، مارکس، فرائڈ وغیرہ ہم کے فلسفہ ہائے حیات) نے انسان کو جس قعرِ مذلت میں گرا دیا ہے وہاں سے اسلام کی تعلیمات اور آسمانی وحی کی روشنی میں متعین کردہ راہ ہی نکال سکتی ہے۔

دسمبر 1930ء کے خطبہ صدارت میں علامہ اقبال نے اپنے افکار کا خلاصہ اور زندگی بھر کے مشاہدات و مطالعہ کا نچوڑ پیش کر دیا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں اور ماضی میں بادشاہوں کے دور میں تو یہ اکٹھی رہیں اور مسلم انڈیا میں اقلیتوں نے مثالی پُرامن زندگی بسر کی ہے تاہم اب بیسویں صدی میں جمہوریت کا سورج طلوع ہوا ہے تو اب مسلمان اور ہندو اکٹھے نہیں رہ سکتے کہ مسلمان اقلیت ہیں لہٰذا متحدہ ہندوستان میں آزادی کے بعد بھی وہ ہندو کی غلامی میں رہیں گے ـــــــ علامہ اقبال نے وہ الفاظ فرمائے جو بنگال سے خیبر تک ہر مسلمان کی دل کی آواز بن گئے۔

> ''یہ تقدیر مبرم ہے کہ اگر مسلمانوں کی شمال مغربی علاقے (مسلم اکثریت کے علاقے) میں ایک علیحدہ ریاست قائم ہو جائے تو ہمارے لئے موقع ہوگا کہ ہم دور ملوکیت میں اسلام کی تعلیمات پر جو پردے پڑ گئے تھے ان کو ہٹا کر دور حاضر کی مثالی اسلامی ریاست کا نمونہ پیش کر سکیں۔'' (خطبہ صدارت آلہٰ آباد 1930ء)

دو قومی نظریہ ـــــــ مستقبل میں ایک مثالی اسلامی ریاست کا قیام ـــــــ استحصالی ہتھکنڈے سود، جاگیرداری کا خاتمہ ـــــــ ایک ایسا مژدہ جانفزا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے دل کی آواز محسوس ہوا ـــــــ مسلمانوں کی غیرت اور اجتماعی ضمیر جاگ اٹھا ـــــــ مسلمان اپنے الگ وطن کا مطالبہ لے کر میدان عمل میں کود گئے۔ علامہ اقبال کی نگاہ دور بین دُور تک مستقبل میں دیکھ رہیں تھیں آپ نے فرمایا۔

عطا مؤمن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی

مسلمان نوجوان اس ساری جدوجہد میں آگے آگے تھے اور ہراول دستہ کا کام کر رہے

تھےان کے بارے میں فرمایا:

ے من بسیمائے غلاماں سر سلطاں دیدہ ام
شعلۂ محمود از خاکِ ایاز آید بروں

''میں آج ایازوں (غلاموں) کے چہروں پر سلطانی اور حکومت کے اثرات ہے دیکھ رہاہوں اِنہیں میں سے آئندہ محمودغزنوی کی طرح حکمران اٹھیں گے''۔

1924ء سے 1936ء تک کا عرصہ برطانوی ہند کے مسلمانوں کے لیے ایک خاص خوداعتمادی اوردروں بینی کا دورتھااور عالم واقعہ میں مسلمانوں کی خلافت کے قیام کے لیے امکان کا نشہ تھا جو ہر مسلمان کے سر پرسوار تھا۔انہیں حالات میں علامہ نے قوم کوسوزِ یقین بخشا ہےاور ایک کامیاب رہنمااور''دانائے راز'' کی طرح قوم کو نہ صرف سمت دی ہے بلکہ نشانِ منزل بھی دیا ہے اوراس یقین واذعان سے نشانِ منزل دیا ہے کہ قوم ایک عشرے کے اندراس کو منصۂ شہود پر دیکھ رہی تھی چنانچہ فرمایا

ے آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

غلامی کی زنجیریں کٹ جائیں گی اورآزادی کا خواب پوراہوگا۔

ے آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اورظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر یاد آجائے گا دلوں کو پیغامِ سجود
اور جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

غلامی کی رات کے خاتمے اورآزادی کی سحر کا پیغام اس انداز میں دیا کہ ـــــــ ہر پیرو جواں والہانہ آگے بڑھ کرمصروفِ عمل ہوگیااور برطانوی سامراج کے'شہباز' سے'ممولے' ٹکرا گئے اورشہباز کوادھموا کردیا

ے شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

ابلیس کا نمائندہ برطانوی استعمار

علامہ اقبال کے کلام نے مسلمانوں کے جذبات میں آگ لگا دی تھی اور ہر طرف آزادی کا چرچا تھا۔ برطانوی سامراج کی خفیہ ایجنسیاں اس ساری صورت حال کی رپورٹ رکھتی تھیں اور اس تحریک کو ناکام کرنے کے درپے تھیں۔ عالمی سطح پر برطانوی سامراج اور صہیونی قوت کے عزائم کو مسلمانوں کی اس بیداری سے کہاں کہاں مزاحمت کا سامان پیدا ہو رہا تھا یہ تو حالات سے واضح تھا تاہم برطانوی حکومت کے اندر رہتے ہوئے علامہ اقبال نے تمثیل انداز میں ساری کہانی بیان کر دی ہماری مراد 1936ء کی علامہ اقبال کی ایک شاہکار نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' ہے جس میں انہوں نے عیسائیت اور یہودیت کے اسلام دشمن ایجنڈے کا راز فاش کر دیا اور کمیونسٹ تحریک کے بانی کارل مارکس کے افکار کا تار پود بکھیر دیا۔ مغربی استعمار کی اسلام دشمن اور صلیبی جدوجہد کو ''ابلیسی جدوجہد'' قرار دیا اور صہیونی عزائم کو ابلیس کا منصوبہ قرار دے کر حقیقت دنیا کے سامنے رکھ دی۔

ے بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی
بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

یا ے تہذیب نوی کارگہ شیشہ گراں ہے
آدابِ جنوں شاعر مشرق کو سکھا دو

مغربی استعمار کے عزائم کو شیطان کی زبان سے کہلوا کر یورپی اقوام اور صہیونی قوت کو شیطانی قوت اور حزب الشیطان سے تعبیر فرمایا اور شیطانی عزائم کو بھی واشگاف الفاظ میں علی الاعلان کہہ ڈالا۔

ے جانتا ہے جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں، اسلام ہے

اور اسلام کے بھی نماز روزہ کا پہلو نہیں کہ وہ تو بندہ اور اللہ کے درمیان عبودیت کے ایک تعلق کا اظہار ہے، اجتماعیت میں 'نورِ توحید' کے رنگ کے اثرات تو وہ ہیں جو مغرب اور مغربی ذہن کے لیے موت ہے اور ان افکار کا منبع قرآن حکیم ہے۔ علامہ اقبال نے قوم کی جذبہ سے عمل اور صحیح فکر سے کتاب یعنی قرآن حکیم تک رہنمائی کر دی اور چنانچہ ابلیس ہی کی زبان سے یہ اشعار ہیں۔

ے جانتا ہوں میں یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
عصر حاضر کے تقاضوں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں

ے الحذر آئین پیغمبر سے سو بار الحذر
حافظِ ناموس زن' مرد آزما' مرد آفریں

ے موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لیے
نے کوئی فُغفُور و خاقاں' نے فقیرِ رہ نشیں

ے کرتا ہے دولت کہ ہر آلودگی سے پاک وصاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں

ے اس سے بڑھ کر اور کیا فکر وعمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں' اللہ کی ہے یہ زمیں

ے چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں!

ے ہے یہی بہتر الٰہیات میں الجھا رہے
یہ کتابُ اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے

ے مست رکھو ذکر و فکرِ صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کردو مزاجِ خانقاہی میں اسے

علامہ اقبال نے جس اذعان (CONVICTION) اور سوز یقین سے قوم کو آواز دی تھی اور اسلام کی عظمت رفتہ کی بازیافت کا پیغام دیا تھا مسلمانوں نے اُسی انداز سے اس پر لبیک کہا ہے اور تین عشروں میں برطانوی سامراج کا بستر گول کر کے اس وقت دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کا قیام ممکن بنا دیا اس ساری کامیابی کا سہرا قائداعظم اور دراصل علامہ اقبال کو جاتا ہے۔ 'جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے' یا عربی محاورے میں ''اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ'' کے مصداق برطانوی حکومت کے وزیراعظم (جیمز رامزے میکڈونلڈ) نے پون صدی بعد 2007ء

میں اس کا اعتراف کیا کہ تقسیم ہند نہ برطانیہ کا منصوبہ تھا اور نہ ہندو کی خواہش بلکہ صرف اور صرف علامہ اقبال کے افکار کا نتیجہ تھا:

تقسیم ہند کا اصل سبب کون؟

کیا اسلام کو جدیدیت کو اپنا لینا چاہیے یا اپنے بنیادی اصولوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے؟ دو ایسے مدارس کے درمیان جو اپنے قیام کے وقت جغرافیائی لحاظ سے چند میل کے فاصلہ پر تھے، دینی نظریات کی اس چیخ کو اس دَور میں قابل اعتنا نہیں سمجھا گیا۔لیکن اگلے 100 برس میں یہ معمولی دراڑ اسلام کو دو باہم برسر پیکار نظریات میں تقسیم کرنے والی ایسی صدا تھی جس کی بازگشت آج تک دنیا میں گونج رہی ہے۔اس معمولی چیخ کے ایک بحران کی صورت میں ظاہر ہونے سے پہلے مدرسہ دیوبند اور علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی آزادیٔ ہندوستان کے مشترکہ مقصد میں شریک تھے اور تعلیمی رجحانات کے اختلاف کو نظر انداز کرتے ہوئے دونوں اداروں کے طلبہ اور عملہ بیسویں صدی کے ابتدائی دہائیوں میں برصغیر میں سامراجی حکومت کے خاتمہ کے لیے ہندوؤں کے ساتھ شامل تھے۔لیکن قومیتی رجحانات اس کمزور اتحاد کی راہ میں حائل ہو گئے۔ ہندوستان جو مختلف ریاستوں کا ایک مجموعہ تھا اور مغل حکمرانوں کے تحت متحد ہو گیا تھا برطانوی سامراج کے تحت تہذیبی اور مذہبی بنیادوں پر پارہ پارہ ہونے لگا۔پہلی جنگ عظیم کے بعد ایک ہر دلعزیز مسلمان شاعر اور مفکر نے جس کا نام محمد اقبال تھا، مستقبل کے آزاد ہندوستان میں مسلم اقلیت کی حیثیت کا سوال اٹھاتے ہوئے ایک اسلامی قومیتی نظریہ کی بنیاد رکھنا شروع کی۔اقبال جنہیں کسی دور میں اپنی نظموں کی وجہ سے ہندو مسلم اتحاد کا پیامبر سمجھا جاتا تھا، یورپ میں وقوع پذیر ہونے والے یہودی انتشار عظیم (DIASPORA) کے انجام کے بارے میں اب انتہائی متفکر نظر آنے

لگے، کیونکہ'' اقبال نے عیسائی یورپ کی ثقافتی اکثریت میں یہودی وحدانیت کو پارہ پارہ ہوتے دیکھا تھا اور انہیں یہ پریشانی لاحق تھی کہ مسلمانوں کا بھی یہی انجام ہوگا ان کا خیال تھا کہ اگر مسلمانوں نے اپنی تہذیب کو ہندی قومیت کی بھینٹ چڑھا دیا تو آہستہ آہستہ وہ اس میں جذب ہوتے ہوئے معدوم ہو جائیں گے۔'' یہ بات پاکستان کے ادارہ مقتدرہ قومی زبان کے چیئرمین اور اقبال کی سیاسی فکر پر لکھی گئی ایک کتاب کے ایڈیٹر فتح محمد صاحب نے بیان کی۔

اقبال نے آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک حواس باختہ اجتماع کے سامنے 29 دسمبر 1930ء کو اس صورت حال کا یہ حل رکھا کہ شمال مغربی ہندوستان میں مسلم اکثریتی صوبوں پر مشتمل ایک آزاد ریاست ہو، ایک علیحدہ وطن جہاں مسلمانوں کا اپنا اقتدار ہو۔ اس تجویز کا ردعمل دھماکہ خیز تھا۔ اس وقت کا برطانوی وزیر اعظم JAMES RAMSAY MacDONALD پکار اٹھا کہ متحدہ ہندوستان کے لیے ''ہماری تمام کاوشوں پر اقبال شاعر نے پانی پھیر دیا ہے۔'' اگلے ہی روز TIMES OF LONDON کے اداریہ نے مشرق وسطیٰ، ایران، افغانستان اور روسی سلطنت کے سرحدی علاقوں پر مشتمل ایک متحدہ اسلامی ریاست کے منصوبہ کا چرچا کیا۔ (ٹائم میگزین 13 اگست 2007ء) (ترجمہ شہرام اقبال)

اسلامی مملکت کا خواب

علامہ اقبال کا یہ شعر قابل غور ہے!

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

ترکی میں 1919ء۔1924ء کے عرصے میں خلافت عثمانی کا خاتمہ کر دیا گیا اور عین اُسی وقت برطانوی ہند میں خلافت موومنٹ چلی اور مسلمانوں بیدار ہو کر 1930ء کے خطبہ الٰہ آباد

کے عین مطابق قائداعظم محمد علی جناح کی زیر قیادت جدوجہد کر کے خلافت اسلامیہ کے لیے ایک ملک حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے علامہ اقبال 1938ء میں وفات پا گئے تاہم مسلمانوں کے جوش اور جذبے اور اسلام کی ابدی تعلیمات، مغربی فکر کی بے ثباتی اور حضرت محمد ﷺ کی اسلام کے غلبہ کی پیش گوئیوں کی روشنی میں علامہ اقبال کو یقین کامل تھا کہ ایک مملکت خداداد برطانوی ہند کے شمال مغرب میں وجود میں آکر رہے گی اسی کی ایک اور مثال تاریخ کے صفحات میں درج ہے۔

پندرہویں صدی عیسوی میں سپین میں مسلمانوں کے حالات خراب تھے سات صدیوں بعد مسلم اقتدار کو عیسائیت سے خطرات درپیش تھے۔ بالاخر یہ اقتدار 1492ء میں سقوطِ غرناطہ کے بعد ختم ہوگیا عین اسی دوران 1453ء میں سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ فتح کر لیا اور اس طرح مسلمانوں کو مشرق کی طرف سے یورپ میں داخلے کا راستہ مل گیا جس کے نتیجے میں مسلمان فوجوں نے سارا مشرقی یورپ فتح کر لیا۔ ایک وقت میں مسلمان فوجیں فرانس میں پیرس کے دروازے پر دستک دے رہی تھیں۔ غالباً اسی پس منظر میں علامہ اقبال نے یہ تاریخی شعر کہا تھا

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں ؎
اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے، اِدھر ڈوبے، اُدھر نکلے

ابلیسی قوتوں کا علامہ اقبال پر دباؤ

اس میں شک نہیں کہ علامہ اقبال کی یہ بے مثال فکری بصیرت ہی کا شاہکار تھا جس کا پھل مسلمانانِ ہند کی بیداری کی شکل میں نکلا۔ مسلمانانِ ہند میں تو جذبہ بیدار ہوگیا تھا اور منزل کا سراغ بھی واضح تھا مگر برطانوی سامراج اور صہیونی قوت کسی صورت مسلمانوں کی بیداری کو برداشت کرنے کو تیار نہ تھی اور انہیں دبا کر ہی رکھنا چاہتے تھے۔ یہ صورت ویسے تو سب پر عیاں تھی تاہم خود علامہ اقبال بھی اس صورت حال سے دوچار ہوئے ہیں۔

پروفیسر برہان احمد فاروقی رحمہ اللہ صاحب کی روایت ہے کہ علامہ اقبال پر اپنے دوستوں کا بھی دباؤ تھا اور حالات کا تقاضا بھی تھا کہ وہ حالات کے اس قدر صحیح تجزیہ کرنے اور مستقبل میں ایک اسلامی خلافت کے قیام کے بارے میں وثوق رکھنے کے بعد اب عملی اقدامات بھی کریں اور اپنی جماعت بنائیں۔ جس کے بارے میں علامہ اقبال نے 1932ء۔1936ء تک

مشورے کے بعد احباب کے چند اجلاس بھی بلائے ۔جن احباب سے مشاورت ہوئی ان میں ڈاکٹر سید ظفر الحسن ،صوفی غلام مصطفےٰ تبسم ،میر غلام بھیک نیرنگ ،ڈاکٹر عبدالوحید ،سید نذیر نیازی اور خواجہ غلام دستگیر وغیرہ شامل ہیں۔اس کے بارے میں پروفیسر برہان احمد فاروقی صاحب کی کتاب 'علامہ اقبال اور مسلمانوں کی سیاسی نصب العین کے تناظر میں آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کے ڈائریکٹر چوہدری مظفر حسین نے جو تبصرہ کیا ہے وہ قابل غور ہے۔'

''ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کے اس مقالہ میں اس امر پر روشنی نہیں ڈالی گئی کہ یہ منصوبہ یکا یک کیوں ترک کر دیا گیا لیکن انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اس طرح کے کاموں میں برطانوی استعمار کی طرف سے جو موانع پیدا کئے جا رہے تھے ان کے پیش نظر یہ منصوبہ بہت احتیاط اور رازداری کا تقاضا کرتا تھا۔مگر علامہ اقبال کے وہ ''فدائین'' جو حکومت کی طرف سے ''علامہ اقبال کی نگرانی پر مامور تھے'' اس منصوبے سے واقف ہو گئے' اس لئے یہ منصوبہ ترک کر دینا پڑا۔خواجہ عبدالوحید کی تحریر سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے ''معتقدین اقبال'' ہی اس منصوبہ پر عمل پیرا ہونے کو تیار نہیں تھے۔'' اقتباس از: ''علامہ اقبال کی آخری خواہش'' تالیف: حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)

ایک صدی قبل سامراجی ایجنسیاں اس حد تک مؤثر تھیں ـــــــــــ تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آج وہ کس قدر سازشوں کا جال پھیلا چکی ہوں گی اسی وجہ سے احیائے اسلام کے خواب کو حقیقت بنانے کی رفتار اس قدر سست ہے وہ عالمی استعماری اور ابلیسی قوتیں اس دور میں صومالیہ، سوڈان ،عراق ،افغانستان اور پاکستان اُسی مکروہ سوچ اور فاسد عزائم کے ساتھ ہمارا توڑا بورا بنانے میں مصروف ہیں اور دوستی کی آڑ میں 'بغل میں چُھری منہ میں رام رام' کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔

دوسرا دور

1938ء سے قیام پاکستان تک

جنوبی ایشیا (برطانوی ہند)
کے مسلمانوں کی تاریخ

حکمت بالغہ مارچ 2010ء

تحریک خلافت کے ذریعے مسلمانانِ ہند میں ایک عمومی بیداری کی لہر پیدا ہوئی تھی جس سے مسلمانان ہند کی زبوں حالی میں بہتری کی امید کی ایک کرن پیدا ہوئی جسے علامہ اقبال نے 1930ء کے خطبہ آباد میں الفاظ میں بیان کر کے مسلمانوں کی اجتماعی سوچ کو ایک معین رُخ عطا کر دیا۔ دنیا بھر میں عوامی اور جمہوری دور آ رہا تھا اور اہل علم سمجھ رہے تھے کہ اب حکومتوں کا بننا اور بگڑنا ـــــــــ عوامی عددی قوت پر ہوگا۔ مسلمانوں نے بھی اس پہلو سے سوچنا شروع کیا تو ہندو قوم کے ساتھ مل کر رہنا' آنے والے دور میں ممکن نظر نہیں آیا۔ ہندو اکثریت میں تھے اور مسلمان اقلیت میں اور یہ فرق تین اور ایک کا تھا اور ہندو ذہنیت بتا رہی تھی کہ وہ مسلمانوں سے انتقام لینے پر تلا ہوا ہے۔ ہندو سیاسی لحاظ سے بھی اور اقتصادی لحاظ سے بھی مسلمانوں کے آگے بڑھنے کی راہ میں رکاوٹ بنتا تھا۔

1930ء میں مسلمانوں کی عمومی بیداری، علامہ اقبال کا خطبہ صدارت پھر لندن کی گول میز کانفرنسوں میں مسلمانوں کا آزادی اور علیحدگی کے لیے بے لچک مؤقف اختیار کرنا، چونکہ برطانوی سامراج اور ہندو کے مفادات کے خلاف تھا لہٰذا مسلم لیگ اور مسلمانوں کے خلاف ان دونوں قوتوں نے مشترک لائحہ عمل طے کر لیا۔

برطانیہ ـــــــ ہندو اور مسلمان

برطانوی ہند میں جو بڑی قوتیں کارفرما تھیں وہ تین تھیں:

1۔ برطانوی سامراج 2۔ ہندو اکثریت 3۔ مسلمان اقلیت

ان تینوں فریقوں کی اپنی اپنی ایک تاریخ تھی اور قرآن مجید کے بتائے ہوئے قوموں

کے عروج وزوال کے اٹل اصولوں کے لحاظ سے یہ تینوں فریق تاریخ کے بہاؤ میں اپنے اپنے عروج وزوال کے مختلف مراحل میں تھے۔ برطانیہ کی بیداری اور تہذیبی برتری کا سفر پندرہویں صدی سے شروع ہوا تھا اور علمی، سائنسی، صنعتی اور تہذیبی برتری کے مختلف مراحل طے کر کے 1857ء کے بعد دنیا بھر میں واحد سپر پاور کی حیثیت رکھتا تھا۔ مسلمانوں کی خلافت عثمانیہ کا ''مرد بیمار'' کی حیثیت سے زوال جاری تھا جو بالآخر 1924ء میں اپنی منطقی انتہا تک پہنچ گیا۔ برطانیہ نے پہلی جنگ عظیم جیت لی تھی تاہم اس جنگ میں جو بھاری سرمایہ ضائع ہوا اس نے برطانوی حکومت کو اقتصادی لحاظ سے کھوکھلا کر دیا۔

اپنے عروج کی تاریخ میں چھٹی صدی میں قدم رکھتے ہوئے برطانیہ پر اندرونی اضمحلال طاری ہو گیا اور اپنے مقبوضات کو قابو میں رکھنے میں مشکلات پیش آنے لگیں۔ حقیقت کی نگاہ سے دیکھیں تو اگلے پچاس سالوں پر برطانیہ کے اقتدار کا سورج غروب ہو گیا اس کے بیشتر مقبوضات نے آزادی حاصل کر لی اور جیسے کبھی مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں کہا جاتا تھا کہ ''سلطنت شاہ عالم از دلّی تا پالم'' اسی طرح اب یہ عالمی سلطنت صرف برطانیہ تک محدود ہو گئی بلکہ اس کے ایک حصہ آئرلینڈ پر بھی اس کا کنٹرول نہیں رہا ہے نصف صدی سے جنگ کی کیفیت ہے۔ اگر عالمی صہیونی قوت سہارا نہ دے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اسے زندہ نہ رکھے تو برطانیہ کا وجود ہی باقی نہ رہے۔

ہندو ـــــــ برطانوی ہند میں

بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں کشمکش کا دوسرا فریق ہندو تھا۔ ہندو اور مسلمان اگرچہ گزشتہ 1000 سال سے اکٹھے رہ رہے تھے تاہم ان کے اعتقادات، عبادات، رسومات، حلال اور حرام چونکہ علیٰحدہ علیٰحدہ تھے اس لئے یہ دو الگ گروہ اور ''قومیں'' ہی تھیں جو جغرافیائی لحاظ سے قریب قریب تھیں۔ ہندو اور مسلم تاریخ کے 1000 سالہ دور میں ہندو عروج وزوال اور مسلم عروج وزوال کے دو معین دھارے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

ہندو تاریخ میں عروج وزوال کے تین ادوار ہیں۔ تیسرا دور سولہویں صدی عیسوی میں مرہٹہ قوت کی بیداری سے شروع ہو کر آج تک چل رہا ہے۔ جنوبی ہند سے مرہٹہ قوت اٹھی اور یہ

مسلمانوں کے خلاف اپنی تہذیب اور ثقافت کے تحفظ کی ایسی زوردار تحریک تھی کہ اورنگ زیب عالمگیر کو اپنے پچاس سالہ دورِ حکومت میں سے 25 سال جنوبی ہند میں مرہٹہ قوت سے ٹکراؤ میں گزارنے پڑے۔ دوبارہ ساٹھ، ستر سال بعد مغلیہ سلطنت کے زوال کے وقت مرہٹہ قوت نے پھر دہلی آکر مقابلہ کیا۔ قریب تھا کہ وہ مسلمانوں کی قرآن سے دوری کی وجہ سے بے عملی، اہل ثروت کی عیاشی اور بدمعاشی کی بنا پر سے سلطنت مغلیہ کو ختم کر کے سیاہ و سفید کے مالک بن جاتے مشیت ایزدی نے قندھار سے احمد شاہ ابدالی کو اٹھایا جس نے 1761ء میں حملہ کر کے مرہٹہ قوت کو شکست فاش سے دوچار کر دیا (قدرت کو بس اتنا ہی منظور تھا ورنہ احمد شاہ ابدالی اگر مرہٹہ قوت کا پیچھا کر کے فتح کے بعد MOPPING UP OPERATION کے ذریعے مرہٹہ قوت کو ختم کر دیتا تو تاریخ کا دھارا ایک دوسرے رُخ پر بہہ رہا ہوتا۔) 1799ء میں میسور اور بنگال پر قبضے کے بعد انگریز 1803ء میں دہلی تک پہنچ گیا۔ اس وقت ہندو (مرہٹہ قوت) نے اپنی بقا اور ہندومت کے احیاء کے پروگرام کی خیر اسی میں سمجھی کہ دو دشمنوں (برطانوی سامراج اور مسلمان دونوں) میں سے ایک سے دوستی کر لینی چاہیے چنانچہ بوجوہ ہندو نے مسلمان دشمنی میں انگریز سے دوستی کر لی اور سابقہ رنجشوں اور شکستوں کا بدلہ لینے کے لیے انگریز کا ساتھ دے کر مسلمانوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔

ہندو قوم کے اس احیاء کے پیچھے بھی دراصل برطانوی توسیع پسندی اور قوموں کو زیر کرنے کے منصوبے شامل تھے۔ ہندومت، جین مت وغیرہ کا مذہبی لٹریچر پہلے کسی کتابی شکل میں نہیں تھا اور اس میں اختلاف بھی بہت زیادہ تھا۔ یورپ میں احیاء العلوم کی تحریک کے نتیجے میں جب برطانوی سکالرز یہاں آئے اور تحقیق و جستجو کے بعد ہندو مذہبی آثار نکالے، ان کو مدوّن کیا اور مغربی پریس کے ذریعے اس کی اشاعت کا اہتمام ہوگیا تو ہندو مذہبی طور پر بیدار ہوا اور انگریزوں کا زیر بار احسان بھی۔ ادھر 1600ء میں قائم شدہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے تجارتی روابط جنوبی ہند میں جن قوموں سے زیادہ تھے ان میں پارسی گجرات کاٹھیاوار کے ہندو اور بنگال و کلکتہ کے ہندو شامل تھے مسلمان انگریز کے مدمقابل تھے لہٰذا انگریزوں نے بھی مسلمانوں کو آگے بڑھانے میں لیت و لعل کیا اور مسلمان خود بھی انگریز سے متنفر تھا؛ لہٰذا ہندو قوم میں مذہبی کتب کے

سامنے آنے پر ایک احیائی جذبہ پیدا ہو گیا اور مذہبی ''جنونی کیفیت'' جو پہلے صرف برہمنوں تک محدود تھی اب ان سے نکل کر عام آسودہ حال تاجر پیشہ حضرات اور جدید تعلیم یافتہ طبقات کے ہاتھ میں آ گئی اور آہستہ آہستہ اس میں شدت پیدا ہوتی چلی گئی۔

اس طرح ہندو کو برطانوی سامراج کے عہد میں مسلمانوں کو پیچھے دھکیل کر آگے بڑھنے کا موقع ملا۔ چنانچہ ہندو تجارت، تعلیم اور سیاسی بیداری میں مسلمانوں سے کہیں آگے نکل گیا۔ انگریز کو مقامی حمایت درکار تھی لہٰذا اس نے بھی مسلمانوں کے مقابلے میں ہندو کو ترجیح دی۔ سرکاری ملازمتوں اور فوج میں ہندو غالب آ گئے، تعلیم کے میدان میں بھی ہندو نے پہل کر کے سبقت لے لی؛ لہٰذا انیسویں صدی کے اختتام اور بیسویں صدی کے ابتدائی تین عشروں تک پہنچ کر ہندو بیدار اور مستعد تھا۔ جب ہندو کو برطانوی سامراج کی کمزوریاں نظر آئیں تو اُسے ہندومت کے احیاء کی آخری منزل یعنی ہندو ریاست کے قیام، کی منزل بھی قریب نظر آئی۔ تحریک خلافت کے دوران گاندھی کا مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جانا اس خوف کے نتیجے میں تھا کہ انگریز کمزور ہو چکا ہے، اگر مسلمانوں کی پرجوش تحریک کے نتیجے میں سامراج کے قدم اکھڑ گئے تو ہندومت کے اکھنڈ بھارت کا خواب چکنا چور ہو جائے گا۔ تاہم 1924ء کے لگ بھگ تحریک خلافت کے دب جانے کے بعد ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف دو نئی تحریکیں شروع کر دیں: برہمو سماج کی تحریک پہلے ہی چل رہی تھی۔ شدھی اور سنگھٹن کی ان تازہ تحریکوں نے مسلمانوں کی عمومی بیداری میں مدد دی اور بہت سارے مسلمان جو آزادی کی تحریک میں ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے وہ چونک گئے کہ ہندو کے منصوبے کیا ہیں؟ لہٰذا ایک بہت بڑا طبقہ کانگریس سے کٹ کر مسلم لیگ میں آ گیا جن میں قائداعظم محمد علی جناح بھی شامل تھے۔

شدھی اور سنگھٹن تحریکوں کا مشن یہ تھا کہ آج کے مسلمان ہندو سے ہی مسلمان ہوئے ہیں لہٰذا ان کو دوبارہ ہندو بنا لینا چاہیے ان علاقوں میں جہاں مسلمان دینی علم اور نماز روزہ سے بے بہرہ تھے وہاں ہندوؤں نے اس میں کافی کامیابیاں بھی حاصل کیں۔ اسی مہم جوئی کے جواب میں مسلمانوں میں بھی کام کرنے والے لوگ اُٹھے۔ مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ کا کام جو اب تبلیغ کے نام سے ہو رہا ہے اصلاً انہی ہندو تحریکوں کے جواب میں مسلمانوں کو کلمہ نماز سکھانے

اور مسلمان رہنے کی تلقین کا کام تھا۔

1920ء کے عشرے میں تحریک خلافت کی شان کو دیکھ کر ہی ہندو مرہٹہ قوت نے پھر انگڑائی لی ہے اور ایک تحریک راشٹریہ سیوک سنگھ (R S S) کی تاسیس ہوئی جو ایک MILLITANT تحریک تھی اور آج بھی ہے۔ (اسی RSS کے کارکنوں نے ہی دسمبر 1992ء میں بابری مسجد شہید کی تھی۔ ہندومت کے چار صدیوں کے نظریاتی سفر اور قربانیوں کا پھل انہیں برطانوی سامراج کے واپس جانے کی صورت میں صاف نظر آرہا تھا اور اس نے مسلمانوں کے ایک گروہ کو وطنی قومیت کے نعرے کے تحت ہندوستان کی آزادی کے لیے کانگریس کے پلیٹ فارم پر اپنے ساتھ بھی کر لیا تھا۔

مسلمان

برطانوی ہند کے سیاسی میدان کے فریقوں میں برطانیہ اور ہندو کے علاوہ مسلمان تھے۔ تاریخی تسلسل کے اعتبار سے مسلمان بیداری کے ابتدائی مراحل میں تھے۔

مسلمانوں کی تاریخ میں سوچ کے دو دھارے ساتھ ساتھ سفر کرتے رہے ہیں۔ ایک اسلام کی نظریاتی تاریخ ہے اور اس کے سفرِ عروج و زوال کی کہانی ہے۔ دوسرے مسلمان بادشاہوں اور امراء و روساء کی تاریخ ہے۔

مسلمان نام والے لوگوں کے عروج و زوال کی تاریخ کو ہی عام طور پر تاریخ اسلام کہا جاتا ہے اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے یہ بات زیادہ صحیح نہیں ہے۔

اسلام ایک نظریہ ہے اور ایمانیات سے عبارت ہے اور ایمان کچھ بدیہاتِ فطرت کی روشنی میں کائنات کے بارے میں چند بنیادی حقائق کے اعتراف کا نام ہے۔ اس میں جتنا خلوص ہوگا اتنا ہی ایمان ہوگا اور حقیقی مسلمان وجود میں آئیں گے۔ اسلامی روایات کا احترام، قرآن و سنت پر عمل، انفرادی و اجتماعی زندگی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی کلی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوگا۔ مسلمانوں میں ایمانی کیفیات کا غلبہ ہو تو یہ اسلام کی ترقی اور پھیلاؤ کی کیفیت ہے اور احادیث مبارکہ میں واضح طور پر اسے زندگی اور اجتماعی حیات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جبکہ ایسے حالات جس میں مسلمانوں میں بے عملی اور بے راہ روی آجائے اور لوگ صرف نام کے مسلمان رہ

جائیں تواس کیفیت کوقرآن میں اشارے ہیں اوراحادیث میں وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے کہ یہ اجتماعی موت ہے۔اسی لئے مسلمانوں کوایسے حالات سے نکالنا امت کا اجتماعی فرض ہے اوراسے ''احیائے اسلام'' کا نام دیا گیا ہے ہماری تاریخ میں کئی شخصیات نے یہ کام کیا ہےاورامّت نے انہیں ''محی الدّین'' کالقب دیا ہے۔

جنوبی ایشیا میں ساحلی علاقوں پراسلام کی کرنیں دورِرسالت مآب ﷺ اوردورخلافت راشدہ میں ہی پڑنے لگی تھیں اورآسمانی ہدایت پھیلنے لگی تھی۔

وادی سندھ کے میدانی اورشمالی پہاڑی علاقوں میں شاہراہِ ریشم کے ذریعے ہونے والی تجارت میں مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثرورسوخ کے اثرات عام ہورہے تھےاورچین تک پہنچ رہے تھے تاہم مسلمانوں کی باقاعدہ آمداورآبادکاری کا سلسلہ 60ھ کے بعدشروع ہوا ہے۔ یہ بنواُمیّہ کا دورتھا۔ پھر 91ھ میں حضرت محمد بن قاسم رحمہ اللہ کے ذریعے ایک مہم جوئی ہوئی۔اوراس کے نتیجے میں پوری وادیٔ سندھ اسلام کے زیرنگیں آگئی بلوچستان کا وسیع علاقہ کوئی فوجی اورسیاسی اہمیت نہیں رکھتا تھا اور یہاں کوئی مستحکم حکومت نہیں تھی تاہم یہ ساراعلاقہ بھی بنوامیہ کے زیرنگیں آگیا تھا۔

وادی سندھ میں اسلام کی یہ آمد چونکہ پہلی صدی ہی کی ہے لہٰذااس لئے اس ''اسلام'' میں ''عربی شان'' اوربعض صحابہ کرامؓ کی آمد سے خلوص واخلاص کا بے پناہ سرمایہ اورخیرالقرون کا مزاج نمایاں تھااور یہ مناظرآج بھی وادیٔ سندھ میں جنوب سے شمال تک دیکھے جاسکتے ہیں اور یہی علاقے آج اسلامی تہذیب وثقافت کے گڑھ اورامریکی نقطہ نظر سے عسکریت پسندی اور دہشت گردی کے گڑھ ہیں۔حضرت محمد بن قاسم رحمہ اللہ کی قائم کردہ حکومت کا پہلامرکز منصورہ (سندھ)اوردوسرامرکز ملتان تھا اورشورکوٹ تک حضرت محمد بن قاسم رحمہ اللہ کا آنا تاریخی حقیقت ہے۔اسی علاقے میں صحابہ کرامؓ کے بعض مزارات کا بھی تذکرہ زبان زدعام ہے۔اسلام کے ساتھ وادیٔ سندھ (موجودہ پاکستان) کا یہ عروج 1200ء تک مختلف مراحل سے گزرکر جاری رہا جب وادیٔ سندھ کی اسلامی حکومت نے پھیل کر پورے ہندکواسلام کی ابدی تعلیمات کے سایہ

عاطفت میں لے لیا اور اس علاقے کے انسانوں کو ہندو کی حیا سوز اور بے شرم تہذیبی اثرات سے بچالیا۔ یہ ہندو تہذیب 300ء سے لے کر 800ء تک سومنات سے لے کر گوالیا کے علاقوں تک اور مشرق تک پھیلی ہوئی تھی۔ دنیاوی کاروباری مراکز اور قحبہ خانے تو الگ رہے مذہبی عبادت گاہوں کو بھی اس تہذیب نے اپنے حیاءسوز فن تعمیر سے متعفّن کر دیا تھا اور بے حیائی اور بدکرداری کے گڑھ بنا دیا تھا قدرت نے بلاوجہ محمود غزنوی کو اٹھا کر سومنات نہیں پہنچایا تھا یقیناً اس کے ذریعے اس حیوانی تہذیب کو لگام دینا مقصود تھا۔'' یہی حال آج مغربی تہذیب کا بھی ہے امریکہ یورپی مما لک اور وہی روائتی ہندو تہذیب آج پھر جوبن پر ہے اس کے آثار اگرچہ ایک صدی قبل سے ہی ظاہر ہونا شروع ہوئے تھے جب علامہ اقبال نے یورپ سے واپسی پر فرمایا تھا

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

اور دو عشرے کے بعد فرمایا تھا کہ

ع کیا نہیں ہے غزنوی کارگہ حیات میں

پورے ''ہند'' میں 1206ء میں قطب الدین ایبک سے لے کر 1857ء تک مسلمانوں کا دور حکومت ہے جب برطانوی سامراج نے اس مسلم اقتدار کا خاتمہ کر دیا تھا اس وقت برطانوی سامراج نے مسلمانوں پر ایسی سختیاں کیں اور چن چن کر اہل علم اور لیڈر سب کو مارا کہ اگلے 50 سال تک کوئی قابل ذکر مہم جوئی نہیں ہوسکی۔

دوسری طرف اسلام کی نظریاتی تاریخ ہے مسلمانوں کے سیاسی عروج یعنی مغل اعظم اکبر کے دور میں 1000 ہجری کے قریب مسلمانوں کے نظریاتی زوال کی انتہا ہے کہ ایک مسلمان بادشاہ نے ہی اسلام کی بساط پلٹ دی اور دین الٰہی جاری کر دیا۔ اس موقع پر مشیت خداوندی کے تحت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کھڑے ہوئے ہیں ان کے علاوہ دوسرے اہل حق نے بھی کام کیا اور اسلام کو زندہ کرنے کی سعی کی ہے۔ سیاسی غلبہ کا عروج و زوال پانچ چھ صدیوں پر محیط ہوتا ہے جب کہ اسلام کے نظریاتی سفر کی تاریخ ایک صدی کے وقفہ سے آگے بڑھتی

ہے۔ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَبۡعَثُ لِھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ عَلٰی رَأۡسِ کُلِّ مِأَۃٍ مَنۡ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیۡنَھَا

''اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر سو سال پر ایسا شخص بھیجتا رہے گا جو اس کے لیے اس کے دین میں تجدید کردے گا۔'' (ابوداؤد۔عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی آمد پر اسلام اور اہل ایمان دونوں عروج پر تھے یعنی آپ کے دور مسعود میں مسلمانوں کا غلبہ بھی تھا اور ایمانی کیفیات بھی اعلیٰ ترین درجے میں تھیں۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد خلافت راشدہ کا دور ہے اس کے دوران بھی مجموعی طور پر ختم نبوت کے بعد عام انسانی سطح پر جتنا اعلیٰ دور ممکن ہوسکتا ہے وہ تیس سال جاری رہا اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو قوائے ذہنی و جسمانی کے ساتھ روحانی اعتبار سے جو ممکنہ عروج لکھ دیا تھا اس وقت انسان اس سطح پر فائز تھا حضرت محمد ﷺ نے اس حقیقت کو بایں الفاظ سمجھا دیا ہے۔

خَیۡرُ الۡقُرُوۡنِ قَرۡنِی ثُمَّ الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَھُمۡ ثُمَّ الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَھُمۡ

''سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر وہ جو اس کے بعد ہے پھر وہ جو اس کے بعد ہے''

اسی حقیقت کو جمعوں کے خطبوں میں امت مسلمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ راشد کے لیے یہ الفاظ استعمال کر کے ظاہر کرتی ہے ''افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ'' صاف ظاہر ہے انہی کا دور، نبوت کے بعد افضل ترین دور ہے۔

مسلمانوں کی تاریخ میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر بندگیٔ رب اور معرفت خداوندی کے اعتبار سے حضرت محمد ﷺ کا دور نسل انسانی کا بہترین دور ہے اس کے بعد دور خلافت راشدہ ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ ادوار ہیں۔آپ ﷺ نے مسلمان امتوں کے بارے میں ایک اہم حقیقت کو یوں الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔

انی لارجو ان لا تعجز امتی عند ربھا ان یوخرھم نصف یوم۔ فقیل لسعد و کم نصف یوم قال خمس مائۃ سنۃ (احمد،عن سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ)

''میں امید رکھتا ہوں کہ میری امت اپنے رب سے آدھے دن کی مزید مہلت پالینے سے عاجز نہیں ہوگی۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آدھا دن کتنا

ہوگا؟انہوں نے فرمایاپانچ سوسال کا''

مزید برآں آپ ﷺ نے اس امت مسلمہ کی ''عمومی عمر'' کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

اَلدُنیَا سَبعَۃُ الَافِ سَنَۃٍ، اَنَا فِي آخِرِھَا اَلفاً (طبرانی)

''دنیا(کی عمر)سات ہزارسال ہے، میں اس کے آخری ہزار میں ہوں''

یعنی سابقہ امت کو اللہ تعالیٰ نے ایک دن دیا تھا۔رحمت خداوندی امت محمد ﷺ کو نصف دن یعنی 500 سال اضافہ عطا فرمائیں گے۔اور قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن ہماری لیل ونہار کی گردش کے اعتبار سے ایک ہزار سال بنتے ہیں۔یعنی

وَ اِنَّ یَوُمًا عِنُدَ رَبِّکَ کَاَلُفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوُنَ (22۔47)

''اور بے شک تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک دن تمہارے حساب سے ہزار برس کے برابر ہے''۔

گویا آپ ﷺ کے فرمایا کہ اس امت کی زندگی بھی ایک ہزار سال تو ضرور ہو گی ''مجددین امت'' والی حدیث خیر القرون والا ارشاد نبوی ﷺ اور اس حدیث کو بیک وقت سامنے رکھیں تو یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں ہے کہ اس امت کی ''عمر'' اس لحاظ سے اصلاً ایک ہزار سال ہے اور آپ ﷺ کے دور کے بعد درجہ بدرجہ ایمانی کیفیات کا اضمحلال پیدا ہونا یقینی اور تخلیق انسانی کے امتحان کے لیے ضروری ہے اور ہر سو سال کے بعد ''رَأُسِ کُلِّ مِأَۃٍ ''پر ایک مجدد کا تشریف لانا بھی آپ ﷺ کی لسانِ حق ترجمان نے واضح فرما دیا ہے لہٰذا ـــــــــ مسلمانوں کی ایمانی کیفیات کے اعتبار سے یہی معتبر ترین تجزیہ ہوسکتا ہے۔ اس پر 500 سال کا اضافہ ہوگیا۔

حکمت خداوندی دیکھئے ـــــــــ پہلے ہزار سال میں امّت میں جو مجددین آئے ہیں اور انہوں نے تجدید دین اور احیائے دین اسلام کا کام کیا ہے وہ سب کے سب مشرق وسطی کے اسلامی مراکز میں آئے ہیں اور اپنے حصے کا کام سرانجام دیا ہے۔جب ایک ہزار کے بعد دوسری ہزاری شروع ہوئی تو حکمت خداوندی نے اس 'قُرعۂ سعادت' کے لیے مشرق کی سرزمین اور مسلمانانِ ہند کو سارے عالم اسلام سے منتخب فرمالیا۔

ع یہ نصیب اللہ اکبر،لوٹنے کی جائے ہے

اس بے مثال اور باعث صد افتخار سعادت کا مظہر یہ ہے کہ گیارہویں صدی میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ آئے اور اس کے بعد جس قدر دین کا بنیادی کام یہاں ہوا ہے اور عملاً آج تک علم دین اور خدمت دین کی نسبت سے جتنی کوششیں یہاں ہوئی ہیں اتنی عالم اسلام میں کہیں اور نظر نہیں آئیں یعنی دوسری ہزاری کے آغاز کے بعد مجددین امت کا سلسلہ سرزمین ہند سے جاری ہوا ہے اور اس کا فیض باقی عالم اسلام تک پھیلا ہے۔

1000 ہجری کے بعد مجددین امت اور احیائے اسلام کا کام ایک خاص حکیمانہ ترتیب اور منطقی انداز میں آگے بڑھا ہے یہ سلسلہ' حضرت مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، محی الدین اورنگ زیب، شاہ ولی اللہ، تحریک شہیدین، مولانا فضل حق خیر آبادی، شیخ الہند حضرت محمود حسن، ابوالکلام آزاد، علامہ اقبال اور مولانا مودودی رحمہم اللہ تک پھیلا ہوا ہے۔

ہند میں تجدید دین کا کام ـــــــ دعوت رجوع الی القرآن

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے تصوف کے میدان میں موجود خرابیوں کی اصلاح فرمائی اور احیائے سنت کا علم بلند کیا۔ احیائے سنت کا لازمی نتیجہ شریعت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل درآمد تھا۔ آپ نے ردِّ روافض (یہ فکر ہمایوں کے ساتھ آنے والے لشکر کے ذریعے ایران سے درآمد ہو کر مقتدر طبقات میں پھیل رہا تھا) پر بھی کام کیا اور اکبر کے باطل نظریات اور بالخصوص اکبر کے دین الٰہی کا مدلّل ابطال کیا اور اس طرح اسلام کے خلاف خوفناک سازش کا قلع قمع کر دیا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے علم حدیث کو زندہ کر دیا اور عملی زندگی میں قرآن و حدیث کے دلائل پر موقف رکھنے پر توجہ فرمائی۔ اورنگ زیب عالمگیر نے شریعت اسلامی کا نفاذ کر دیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے قرآن پاک کی طرف متوجہ فرمایا، قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ کیا، حجۃ اللہ البالغہ لکھی اور اسلامی ریاست کے خدوخال واضح فرمائے اور ایک فلاحی اسلامی ریاست کا تصور دیا۔ احیائے اسلام و تجدید دین کا یہ جذبہ تحریک شہیدین اور جنگ آزادی سے ہوتا ہوا تحریک پاکستان تک پہنچا۔ شیخ الہند محمود حسن، مولانا ابوالکلام آزاد اور علامہ اقبال نے مسلمانوں کی آزادی اور بیداری کے لیے بڑا کام کیا علامہ اقبال نے اپنے کلام کیساتھ اپنے خطبات مدراس میں اسلامی فکر کی تجدید اور اسلامی ریاست کا فکری جواز سامنے رکھ دیا (یہ خطبات "RECONSTRUCTION OF

"RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM کے نام سے مطبوعہ ملتے ہیں اور پڑھنے کے قابل ہیں۔علامہ اقبال رجوع الی القرآن اور اسلام کے انقلابی فکر کے سب سے بڑے داعی تھے۔انقلابی فکر سے مراد اسلام کا غلبہ اور نظام خلافت کا قیام ہے۔)

علامہ اقبال اور اسلامی ریاست پاکستان

علامہ اقبال نے 1930ء کے خطبہ الٰہ آباد میں مسلمانانِ ہند کے لیے جس علیحدہ وطن کا تصور دیا تھا وہ اس کے سارے تقاضے سمجھتے تھے۔بالخصوص اس نئی سلطنت میں نظام تعلیم سے اپنی افکار کو خوب واضح فرمایا اور اس ضمن میں اکبرالہ آبادی کے مشاہدات کو بہت صائب سمجھتے ہوئے انہیں اپنا ''مرشد'' قرار دیا۔اس پہلو سے بعد میں ڈاکٹر رفیع الدین صاحب نے کام کیا آپ عرصے تک اقبال اکامی کے پہلے ڈائریکٹر بھی رہے اسلامی تعلیم کے لیے عملی کوششیں بھی کیں ہیں علامہ اقبال کے نزدیک دوسرا کام فقہ اسلامی کی تدوین نو تھی جس کے لیے انہوں نے کوششیں کیں مگر یہ کام نہیں ہوسکا اور آج تک سرانجام نہ دے سکنے کی وجہ سے نافذ نہیں ہوسکا۔

مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح

مسلم لیگ 1906ء میں ڈھاکہ میں قائم ہوئی مگر تین دہائیوں میں کوئی قابل ذکر کارنامہ سرانجام نہ دے سکی۔علامہ اقبال کے خطبہ الٰہ آباد کے بعد مسلم لیگ کو ایک منزل نظر آئی اور 'کرنے کا کام' محسوس ہوا تو اس کے لیے ایک فعال شخصیت کی ضرورت محسوس ہوئی۔مسلم لیگ کے بانی صدر آغا خان سوم تھے جو اس وقت تاج برطانیہ کی پریوی کونسل میں جا چکے تھے جہاں برطانیہ سے لڑ کر آزادی کے لیے کام کرنا ناممکن تھا۔مسلمانانِ ہند پر علامہ اقبال کا یہ دوسرا احسان ہے کہ انہوں نے 'تحریک پاکستان' کے لیے ایک فعال اور باکردار شخصیت محمد علی جناح جو بعد میں قائداعظم کہلائے انہیں ڈھونڈ نکالا اور انگلستان سے واپس بلا کر مسلم لیگ کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کرلیا۔قائداعظم کے لیے علامہ اقبال کے الفاظ یہ تھے کہ پورے ہند میں وہ واحد مسلمان رہنما ہے جو IN CORRUCTABLE اور NON-PURCHASEABLE ہے۔

1935ء میں تاج برطانیہ نے ''ہند'' میں صوبائی حکومتوں کے قیام کے لیے قانون

سازی کی اور الیکشن منعقد ہوئے۔کانگریس نے بہت سارے صوبوں میں حکومتیں بنائیں اور مسلم لیگ نے مسلم اکثریت کے علاقوں میں کامیابیاں حاصل کیں۔کانگریس نے اپنی حکومتوں میں ایک ہندو ذہن کو بروئے کار لاتے ہوئے اقدامات کیے جس سے عام مسلمانوں کو متحدہ قومیت کی تشریح کرنے میں آسانی پیدا ہوئی اور مسلمانوں کا مسلم لیگ کی طرف عوامی رجوع ہو گیا۔ مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا ہوئی قائداعظم نے پیرانہ سالی کے باوجود انتھک محنت کی اور پورے ہند کے دورے فرمائے اور مسلمانوں کے علیحدہ وطن، دوقومی نظریہ اور اسلامی ریاست کے خدوخال پر اظہار کر کے مسلم لیگ کو ایک فعال اور متحرک جماعت میں بدل دیا چنانچہ 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان پیش ہو کر منظور ہوئی۔(جہاں اب مینار پاکستان ہے) اس قرارداد کے ذریعے مسلمانوں کا تشخص بحال ہو گیا اور عوامی سطح پر اعتماد کی فضا پیدا ہوئی اور مسلم لیگ کے لیے ایک واضح مشن کی سمت متعین ہو گئی۔

عالمی سطح پر دوسری جنگ عظیم 1939ء میں چھڑ گئی تھی اور ملک کا عمومی ماحول کشیدہ تھا اور ایک طرح کی ایمرجنسی نافذ تھی تاہم مسلم لیگ کے تحت یہ کام ایسے زور وشور سے ہوا کہ جنگ کے بعد دوبارہ سیاسی سرگرمیاں بحال ہوئیں اور الیکشن ہوئے تو مسلم لیگ نے بے مثال کامیابیاں حاصل کیں اور مجموعی طور پر مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت بن کر ابھری حتیٰ کہ ہند کی مرکزی حکومت میں مسلم لیگ نے نمائندگی حاصل کر لی اور قائد ملت لیاقت علی خان وزیر خزانہ بنے اور اپنے فرائض خوب ادا کیے جس سے مسلم لیگ کی نیک نامی میں اضافہ ہوا۔اب انگریز کے لیے مسلم لیگ کو دور رکھ کر ''ہند'' کی آزادی کا یک طرفہ فیصلہ ممکن نہیں رہا تھا۔

جنگ عظیم دوم (1939ء۔1945ء) کے اثرات

1۔ یہ جنگ برطانیہ، اس کے اتحادیوں اور جرمنی اور اس کے اتحادیوں کے درمیان عالمی سطح کی جنگ تھی جس میں جرمنی ہار گیا۔جرمنی کو برطانوی سامراج اور صہیونی قوتیں اپنے مقاصد کے حصول کی رکاوٹ سمجھتی تھیں۔پہلی جنگ عظیم میں شکست کے باوجود دوعشروں بعد پھر عالمی سیاست میں دخیل ہو گیا تھا اور راستے کا پتھر بننے لگا تھا۔لہٰذا ——— اس بار سزا کے طور پر جرمنی کو دو حصوں میں کر دیا گیا۔

برطانوی سامراج اب 'بوڑھا' ہو چکا تھا اور انتظامی کمزوریوں اور سلطنت کی وسعت کے باعث اب 'مقبوضہ' علاقوں کا براہ راست انتظامی کنڑول ناممکن تھا۔ آزادی کی تحریکیں سر اُٹھا رہی تھیں۔ لہٰذا ــــــــــ سامراجی طاقتوں کے پیچھے صہیونی مافیا نے اپنا انداز حکمرانی بدل لینے کا فیصلہ کر لیا اس جنگ میں برطانیہ اور اس کے اتحادی جیت تو گئے مگر اس جنگ میں اتنا بے پناہ سرمایہ اور وسائل خرچ ہوئے کہ ہارنے والی قوموں اور جیتنے والوں کا نقصان برابر برابر کا تھا۔ کروڑوں آدمی زخمی ہوئے اپاہج ہوئے اور مارے گئے اور اربوں کی املاک کا نقصان ہوا۔ برطانوی سامراج ــــــــــ جنگ کے بعد اس قابل نہیں تھا کہ عالمی معاملات کنڑول کر سکے۔

2۔ امریکہ عالمی سیاست سے دور ایک ملک تھا جو USA کی حیثیت سے صہیونی قوت اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں (WHITE ANSLO-SEXAN PROTESTANTS) کی مٹھی میں تھا۔ یہودی وہاں کے معاملات میں آغاز سے ہی حد سے زیادہ دخیل تھے (اور آج بھی ہیں)۔ سائنسی ترقی، اقتصادیات اور عوامی بہبود میں وہ یورپی ممالک سے کہیں آگے تھا۔

پھر میڈیا نے بے پناہ ترقی کر لی تھی۔ 1892ء میں سینما ایجاد ہو کر دنیا بھر میں پھیل چکا تھا اور امریکہ کے ہالی وڈ ہی کی بنی ہوئی فلمیں ساری دنیا میں مقبول تھیں۔ فون سے بات چیت آسان ہوگئی۔ ریڈیو سے عالمی سطح پر خبروں کی ترسیل میں رکاوٹ دُور ہوگئی۔ 1920ء کے عشرے میں ہوائی سفر کا آغاز ہو چکا تھا (کراچی میں پہلا ہوائی جہاز 1933ء میں اترا تھا) 1933ء ہی میں امریکہ میں رنگین ٹی وی آ چکا تھا اور امریکی میڈیا 1940ء کے عشرے میں ہمارے آج کے میڈیا سے آگے تھا۔

سائنسی ترقی میں دیکھئے تو 9/11 کے حادثے میں گرنے والی 102 منزلہ عمارتیں 1966ء میں تعمیر ہو چکی تھیں۔ امریکہ نے ایٹم بم بنا لیا تھا۔ عالمی صہیونی طاقتوں کو زعم ہو گیا تھا کہ اب براہ راست سامنے آنے کا وقت ہے اور اسرائیل کے قیام کا منصوبہ بروئے کار لانا ضروری ہے لہٰذا ــــــــــ امریکہ کو اس جنگ میں مصنوعی طور پر گھسیٹ لیا گیا۔ 1941ء میں نیویارک کی 'پرل ہاربر' پر جاپانیوں نے حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت امریکہ کو ایٹم بم ٹسٹ کرنے کا موقع مل گیا ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر امریکہ

نے اپنی بربریت کا ثبوت سامنے رکھ دیا۔ (اس واقعہ کی حقیقت 9/11 کے حادثہ جیسی ہی تھی جس کے نتیجے میں امریکہ، عراق، افغانستان پر چڑھ دوڑا اور افغانستان کو تو ہیروشیما بنا ہی دیا، عراق پر بھی کارپٹ بمباری کر کے تباہ کر دیا)۔

جنگ کے خاتمے پر امریکہ نے سب سے زیادہ فائدہ بھی اٹھایا اور عالمی کنٹرول بھی حاصل کر لیا۔ 1945ء میں جنگ کے خاتمے پر UNO بن گئی جس کا مرکز نیویارک قرار پایا۔ تا کہ امریکہ بہادر کے زیرِ نگرانی کام ہو۔ ورلڈ بنک (WB) اور عالمی مالیاتی فنڈ (IMF) وجود میں آ گئے۔ تا کہ آئندہ ملکوں کو براہ راست وائسرائے بھیج کر کنٹرول کرنے کی بجائے مالیاتی لحاظ سے کنٹرول کیا جائے۔ اب گویا قرضوں کی جنگ کا آغاز ہو گیا جو آج تک جاری ہے۔

3۔ جنگ عظیم دوم کے خاتمے پر برطانیہ کے لیے ہندوستان پر قبضہ برقرار رکھنا ممکن نہ رہا۔ اور اندرونِ خانہ 'مقبوضہ ممالک' کی قسمت سے کھیلنے کا طریق کار بھی بدل گیا تھا لہٰذا برطانیہ نے ہند کی آزادی کے لیے تیزی سے اقدامات کرنے شروع کر دیئے۔

عالمی صہیونی قوتیں ساری دنیا کو کنٹرول کرنے کے جو خواب دیکھتی تھیں ان کے راستے میں پہلے عظیم عثمانی سلطنت اور اس کے خاتمے کے بعد ہند کے مسلمان رکاوٹ تھے۔ دنیا بھر کے مسلمان بالعموم اپنے مذہبی مزاج اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت پر پختہ ایمان رکھنے کی وجہ سے صہیونی منصوبوں کے راستے کا پتھر بنے ہوئے تھے۔ تاہم 1600ء کے بعد کا تجدیدی کام مسلمانانِ ہند کے اس بے مثال جذبے کی بنیاد تھا۔

لہٰذا آزادی ہند میں صہیونی قوتیں یہ چاہتی تھیں کہ مسلمان ہندو کے زیرِ اثر رہیں اور متحدہ ہندوستان آزاد ہو۔ کانگریس انگریزوں کے اس منصوبے میں پوری طرح فٹ تھی۔ جب کہ مسلم لیگ اس راستے کی رکاوٹ تھی اور علامہ اقبال کی شاعری نے جو بیداری کی لہر پیدا کر دی تھی وہ آزادی سے کم پر مطمئن نہیں تھی؛ لہٰذا برطانیہ کو شملہ کانفرنسیں، گاندھی قائداعظم ملاقاتیں، کیبنٹ مشن پلان کے ذریعے ناکامی کے بعد جون 1948ء میں آزادی ہند کا یک طرفہ اعلان کرنا پڑا۔

ابلیسی صہیونی یہودی منصوبہ

عالمی صہیونی طاقتیں عرصے سے یروشلم میں اپنے لئے وطن کی خواہش مند تھیں اور اپنے

طویل دور انتشار کے بعد اسرائیل کے قیام کے لیے سرگرم تھیں۔ انیسویں صدی میں کئی ایجادات سے یہودیوں کو احساس ہو گیا تھا کہ اب اسرائیل کا قیام ممکن ہے۔

چنانچہ 1897ء میں پہلی عالمی یہودی کانگریس سوئزرلینڈ میں BASEL کے مقام پر ہوئی اور کئی برسوں تک سالانہ منعقد ہوتی رہی اس سلسلۂ کانفرنسوں میں عظیم یہودی لیڈرؔ نے یہود کے لیے ایک علیحدہ وطن ـــــــ اسرائیل ـــــــ کے قیام کا منصوبہ پیش کیا اور مشہور صہیونی PROTOCOLS منظور ہوئے۔ اس منصوبہ میں اسرائیل کے قیام کے لیے عالمی سطح پر بالعموم اور مسلمانوں میں بالخصوص سیمینار، کھیل کود، ٹی وی، ریڈیو، گانا بجانا، کرکٹ، بدکاری بدمعاشی، بے حیائی اور شراب وغیرہ کے ذریعے قیادتوں اور اہم لوگوں کو ساتھ ملا کر اپنے حق میں فیصلے کرانے اور اپنے مقاصد کے حصول کی راہ ہموار کرنا تھی۔

علامہ اقبال پہلے ہی اپنی نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' (1936ء) میں کہہ چکے تھے کہ ابلیس، صہیونی منصوبہ سازوں اور برطانوی سامراج کو اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں سے ہے۔

ے ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو

ے جانتا ہے جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں، اسلام ہے

برطانوی ہند میں تحریک پاکستان کی وجہ سے آزادی ہند کی صورت میں پاکستان کا مطالبہ زوروں پر تھا جسے دبانا برطانیہ کے لیے ممکن نہیں تھا۔ آزادی کا اعلان بھی ہو چکا تھا۔ ادھر دوسری جنگ عظیم کے بعد اسرائیل کے قیام کے امکانات پوری طرح نظر آ رہے تھے اور UNO کے ذریعے اس کے قیام کے سلسلے میں تیز ترین رفتار سے پیش رفت کر کے اس کو ممکن بنا دیا گیا تھا۔

لہٰذا جون 1948ء سے برطانوی ہند کی آزادی کی تاریخ بدل کر اگست 1947ء کر دی گئی اور جون 1947ء کو اس کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا۔ اس وقت کی برطانوی حکومت (لیبر پارٹی اور وزیر اعظم برطانیہ) دونوں قائداعظم اور مسلم لیگ کے خلاف تھے مگر ـــــــ قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت اور مسلمانوں کی عمومی بیداری کی وجہ سے برطانیہ کو تقسیم ہند کے

منصوبہ کو بہرصورت منظور کرنا پڑا۔

ہندو بھی 'عظیم تر ہندو راج' کے خواب دیکھ رہا تھا اور اپنے طور پر کابل سے راس کماری تک پورا علاقہ متحد رکھ کر مسلمانوں کو زیر رکھنے کا خواہش مند تھا۔ تاہم دو وجوہات سے کانگریس کی قیادت کو بھی قائداعظم کا پاکستان کا مطالبہ تسلیم کرنا پڑا۔

1۔ 1940ء کی دہائی میں روس (USSR) ایک مضبوط سوشلسٹ ریاست کے طور پر ابھرا تھا اور نظریاتی طور پر سوشلزم اور کیمونزم تیزی سے جغرافیائی سرحدوں کو پھلانگ کر دنیا کے مختلف ممالک کو ''مفتوح'' بنا رہے تھے۔ کانگریس نے اس وقت تو بحرۂ عرب سے لے کر چین تک 'پاکستان' کی شکل میں ایک دفاعی بلاک، روس کے سامنے کر دیا اور روسی نظریاتی یلغار سے بچنے کا ممکنہ انتظام کر دیا۔

2۔ نہرو ــــــــــ قائداعظم محمد علی جناح کی شخصیت سے خائف تھا قائداعظم کا بے داغ کردار اور قوت استدلال ایسی تھی کہ کانگریس کی قیادت کو احساس تھا کہ اگر ایسا شخص متحدہ ہند کی پارلیمنٹ میں لیڈر آف دی اپوزیشن ہو ــــــــــ تو ان کے لیے خودکشی کے سوا چارہ نہیں ہوگا۔ لہٰذا دیگر اسباب کے ساتھ ان دو وجوہات کے پیش نظر ہندو نے بھی متحدہ قومیت کے نعرہ کے باوجود بھارت ماتا کے ٹکڑے ہونا گوارا کر لیا اور گاندھی جی بھی ــــــــــ ''پاکستان میری لاش پر بنے گا'' کہنے کے باوجود نامعلوم کیوں خاموش رہ گئے۔

3۔ 3 جون 1947ء کے اعلان کے بعد تقسیم کے منصوبے پر تیزی سے عمل درآمد شروع ہوا۔ مسلم اکثریت کے علاقوں کے تعین اور تفصیلی نقشہ جات کی تیاری کے لیے ایک باؤنڈری کمیشن بنایا گیا جس میں برطانیہ اور ہندو نے بے جا مداخلت کر کے پاکستان کو کئی مسلمان اکثریتی علاقوں سے محروم کر دیا بنگال اور پنجاب کو تقسیم کر دیا گیا اور بعض علاقے ایسے دیے کہ پاکستان کو بھارت کے زیر دست رہنا پڑے۔

''کشمیر'' کا علاقہ جان بوجھ کر متنازعہ بنا دیا گیا۔ طے پایا تھا کہ ریاستوں کے بارے میں ان کے سربراہ فیصلہ کریں گے کہ وہ بھارت کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں یا پاکستان سے

الحاق چاہتے ہیں تاہم اس میں بھی برطانیہ اور بھارت نے بدترین بددیانتی کا ثبوت دیا۔ مہاراجہ کشمیر کے ساتھ ملی بھگت کر کے دہلی بلایا اور دباؤ ڈال کر کشمیر پر قبضہ کرلیا۔ جونا گڑھ کے نواب پاکستان آ گئے تھے۔ مگر پھر بھی اس پر غاصبانہ قبضہ آج تک جاری ہے حیدرآباد (دکن) کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔ جس رات قائداعظم محمد علی جناح کا انتقال ہوا (مسلمان ان کے سوگ میں مبتلا تھے کہ بھارت نے پولیس ایکشن کے ذریعے ریاست حیدرآباد پر قبضہ کرلیا)

تقسیم ہند کے موقع پر سب سے افسوسناک واقعہ ہوا کہ ہندو نے خود بھی اور سکھوں کے ذریعے ان مسلمان علاقوں میں جہاں سے مسلمان ہجرت کر کے پاکستان آنے والے تھے فسادات کرا دیئے اور مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا بچے، بوڑھے، جوان، عورتیں، مرد سب ان کی سنگینوں کا نشانہ بن رہے تھے جو گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے ان کا پیچھا کر کے قتل کر دیتے تھے ٹرینوں کو آگ لگا دیتے تھے۔ حملہ کر کے قافلوں کو لوٹتے تھے اور قتل عام کرتے تھے۔

یہ صحیح ہے کہ آزادی خون کے بغیر حاصل نہیں ہوتی تاہم یہ صبح آزادی تو عجیب قسم کی تھی کہ برطانیہ سے آزادی کا پروانہ مل گیا مگر ــــــــــــــ آزاد ہونے والے دوسرے فریق کو دل سے مسلمانوں کا یوں ہندو کی دست برد سے بچ نکلنا برداشت نہیں تھا اور پاکستان کا علیحدہ ریاست کے طور پر منصۂ شہود پر آ جانا ان کو نفسیاتی اور داخلی طور پر بے چین کئے ہوئے تھا تاریخ انسانی کا یہ منفرد واقعہ 14 اگست 1947ء کو وقوع پذیر ہوا کہ دنیا کی عظیم ترین مسلم ریاست ''پاکستان کے نام ہے دنیا کے نقشہ پر ابھری جو اس وقت دو حصوں پر مشتمل تھی مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان درمیان میں ازلی دشمن بھارت کا وسیع علاقہ حائل تھا اور یہ علاقہ 1000 میل وسیع تھا۔

تیسرا دور

اگست 1947ء سے

مئی 1998ء تک

قیامِ پاکستان سے یومِ تکبیر تک

حکمت بالغہ جون 2010ء

بیسویں صدی کے وسط میں 'لا الہ الا اللہ' کی بنیاد پر ایک ملک کا دنیا کے نقشہ پر ابھر آنا یقیناً ایک معجزہ سے کم نہیں تھا، جبکہ حالات بھی ناموافق تھے اور اس وقت کے منظر (SCENARIO) میں تمام کردار بھی مخالف تھے۔ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کا یہ لازوال عزم تھا اوران کے قائدین کا بے مثال جذبہ کہ اس نے نہ صرف مسلمانوں کو جوڑ دیا بلکہ ابھی ربع صدی قبل ترکی میں مسلمانوں کی خلافت کو جس طرح بے دردی سے 'قتل' کیا گیا تھا________ اللہ تعالیٰ نے اُس کے 'احیاء' کا سامان بھی پیدا کر دیا تھا۔

نوزائیدہ مملکت خداداد پاکستان کے منصۂ شہود پر آتے ہی عالمی ایجنسیاں، عالمی سپر طاقتیں، پڑوسی ممالک اور دیگر اقوام اپنے اپنے خفیہ عزائم کے ساتھ پاکستان پر اس طرح چڑھ دوڑیں جیسے کسی معروف کاروباری مرکز میں کسی نئے 'پروڈکٹ' (PRODUCT) کو دیکھنے کے لیے لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ اس منظر نامے میں پاکستان کے حالات پر اثر انداز ہونے والے حالات و واقعات کو درج ذیل عنوانات کے تحت پیش کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ بات سمجھنے میں آسانی پیدا ہو سکے۔

1۔ برطانوی سامراج کا طرزِ عمل (اسرائیل کا قیام)

2۔ پڑوسی ممالک

3۔ افغانستان اور اس کے پس منظر میں USSR کا سوشلسٹ انقلاب کا دباؤ (چین کی آزادی)

4۔ عالم اسلام کی بیداری

5۔ عالمی صہیونی مافیا کے زیر اثر امریکہ (USA)

6۔ پاکستان کے داخلی عوامل

7۔ تاریخ کے لحاظ سے 20ویں صدی کا مقام

8۔ 1947ء_1957ء......1958ء_1971ء......1972ء_ 1977ء......

1977ء_1988ء......1988ء_1998ء

نوزائیدہ مملکت کے ابتدائی ماہ وسال

نوزائیدہ مملکت پاکستان کے ابتدائی سال بڑے کسمپرسی کے تھے اور متضاد طرح کے تقاضے بیک وقت سامنے تھے اور یہ سراسر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے کہ پاکستان ان نامساعد حالات سے بسلامت نکل آیا۔ عالم اسباب میں اس کامیابی کا سہرا اگر جاتا ہے تو اس وقت کی (جیسی بھی تھی) قیادت کو۔ چاہے وہ حکومت میں تھے یا حکومت سے باہر تھے۔

پاکستان کو جن چند مسائل کا سامنا کرنا پڑا ہے ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ ہمالیہ ایسا بڑا اور مہیب تھا اور بظاہر احوال ان مسائل کا کوئی فوری حل بھی عالم اسباب میں مفقود تھا مگر محنت، لگن اور ایثار و قربانی کے جذبے سے مسلمانوں نے ان تمام مسائل پر قابو پالیا۔ ان گھمبیر مسائل میں سے چند ایک کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔

1۔ اعلانِ آزادی (3جون 1947ء) اور ہجرت

قائداعظم محمد علی جناح، پنڈت نہرو اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے حتمی مذاکرات کے نتیجے میں برطانوی ہند کی تقسیم کا فیصلہ کیا گیا اور اس کی پختگی کے لیے آل انڈیا ریڈیو (AIR) سے اعلان بھی کر دیا گیا۔ اگر چہ حالات کا رُخ پہلے ہی بتا رہا تھا کہ برطانوی سامراج دفع ہونے والا ہے اور مسلمانوں کی دوصدیوں پر محیط غلامی کی طویل رات چھٹ کر صبح آزادی طلوع ہونے والی ہے' تاہم اسے مسلمان دشمن سامراج اور بیدار ہندو ذہن کی سازش ہی کہا جا سکتا ہے کہ حکومتی سطح پر امن وامان برقرار رکھنے کے لیے خاطر خواہ انتظام کیے بغیر یہ اعلان آزادی جہاں مسلمانوں کے لیے

خوشیوں کا پیغام لایا وہاں ہندو جنتا (عوام) اور مذہبی جنونی ہندوؤں کے لیے ناقابل یقین تھا۔ اس کا جو نتیجہ متوقع تھا وہی ہوا کہ ہندو بنیاد پرستی کا 'جن' باہر آ گیا اور ہندو مسلم فسادات کا آغاز ہو گیا۔ وہی ہندو جو ایک چہرے کے ساتھ مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملائے رکھنے کے لیے اظہار یکجہتی کر رہا تھا اور دلائل کے انبار لگا دیتا تھا کہ ہم تو صدیوں سے اکٹھے گزارہ کر رہے ہیں آپ مسلمان ہم سے کیوں الگ ہو رہے ہیں، انگریز کے جانے کے بعد ہم پھر شیر و شکر ہو کر رہیں گے......وہی ہندو درپردہ سازش کر کے اور ''بغل میں چھری، منہ میں رام رام'' کے روایتی انداز میں دوسرے چہرے کے ساتھ سامنے آ گیا اور ملک کے طول و عرض میں مسلم کُشی کا آغاز ہو گیا اس دفعہ یہ فسادات یک طرفہ تھے اور مسلمان علاقوں (پنجاب، سندھ اور بنگال وغیرہ) سے جانے والے ہندو شاذ کہیں مارے گئے اور بخیر و عافیت اپنے خوابوں کی سرزمین بھارت پہنچ گئے جبکہ ہندو اکثریتی علاقوں سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کو اجتماعی طور پر منظّم انداز میں قتل کیا گیا اور دہشت گردی کا نشانہ بنا دیا گیا، دیہات کے دیہات ایسے تھے جہاں مسلمانوں کا قتل عام کر کے صفایا کر دیا گیا، ٹرینوں میں سوار لٹے پٹے قافلوں کو قتل کیا گیا، ٹرینوں کو آگ لگا دی گئی، پیدل قافلوں پر شب خون مارے گئے، عورتوں بچوں بوڑھوں کو ایسے سفاکانہ اور ظالمانہ انداز میں شہید کیا گیا کہ الامان الحفیظ۔ اگر اس دور کی ہندو سفاکی کی داستان دوبارہ سامنے لا کر رکھ دی جائے تو ہندو مسلم دوستی کا منافقانہ پردہ تارتار ہو جائے اور صرف چند واقعات ہی عالمی میڈیا کے سامنے رکھ دیئے جائیں تو لوگ ممبئی دھماکوں (دسمبر 2008ء) کو 'امن کی آشا' سمجھیں گے کہ یہ تو معمولی سا واقعہ تھا جسے ایسے ہی بڑھا چڑھا کر افسانہ کر دیا گیا۔

لاکھوں لوگ قتل ہوئے، لاکھوں بچے اغوا ہو گئے، لاکھوں مسلمان عورتیں اغوا کی گئیں، لاکھوں مسلم خواتین ہندوؤں اور سکھوں نے زبردستی روک لیں، لاکھوں مسلمان گھروں سے نکل کر دربدر ہو کر سفر کی صعوبتوں کے ساتھ موت کی آغوش میں چلے گئے۔ یہ وہ خونی باب ہے جس کا تذکرہ نئی نسل کے سامنے لانا ضروری ہے۔ جون 47ء سے شروع کیا یہ سلسلہ اگست 47ء اور پھر دو سال بعد تک خوب گرم رہا اور پاکستان کی طرف آگ اور خون کا دریا پار کر کے پہنچنا ہی ممکن تھا۔

یہ ہندو ذہن تھا......حکمران برطانوی سامراج اور اس کے نمائندے مسلمان دشمن

ماؤنٹ بیٹن نے سرکاری سطح پر امن وامان کے لیے نہ ہونے کے برابر انتظام کیےاس کے برعکس فوج میں ہندو اور سکھ دستوں کو غیر علانیہ آزادی تھی کہ مسلمانوں کا جس طرح چاہیں خون بہائیں اوران کا قتل عام کریں۔ اس دور کے اخبارات اور اردو ادب (جیسے نسیم حجازی کا ناول خاک وخون وغیرہ) اس خونی داستان سے پردہ اٹھاتے ہیں مگر اس کی فرصت کس کو ہے وہ ان حالات کو پڑھے اور اس کی تفصیل میں کون جائے۔ انتقال آبادی کے ان مراحل میں لاکھوں مسلمان عورتیں ہندوؤں نے اغوا کر کے گھروں میں ڈال لیں اور یہ ہماری مسلمان بہنیں کسی غزنوی اور کسی محمد بن قاسم کا انتظار کرتے کرتے بال سفید کر بیٹھیں یا دنیا سے ہی رخصت ہو گئیں۔

2۔ ذیل میں ہم ایسی ہی دکھی مسلمان خاتون کی داستان پر ایک شاعر کی نظم نذر قارئین کر رہے ہیں تاکہ نئی نسل کو آگہی ہو کہ یہ آزادی کتنی قربانیوں کے بعد حاصل ہوئی تھی اور ہم آج اس آزادی کا کیا مصرف کر رہے ہیں۔ یہ مسلمان خاتون کسی ہندو نے زبردستی گھر میں ڈال لی تھی اس کے دکھوں کے کرب اور جذبات کی زبان ایک دردمند دل ہی جان سکتا ہے۔ کاش اس سے ہماری غیرت جاگ جائے اور ہم مسلمانی کی طرف ہی لوٹ آئیں۔ (بیاض سونی پتی مرحوم کی یہ نظم کچھ عرصہ پہلے ہی حکمت بالغہ کے ایک قاری نے ارسال کی ہے)

کوئی قاسمؒ کوئی محمود نہ اب آئے گا

(بھارت کے یوم آزادی پر بھارت میں ایک مسلمان مغویہ کے تاثرات)

پھر سلگ اٹھا ہر اک داغ دھواں دینے لگا
پھر ہر اک زخم جگر سوز سے خون رسنے لگا
دی صدا گزرے ہوئے وقت کے سناٹے نے
پھر کسی حسن نظر سوز سے خون رسنے لگا

ایک اغوا شدہ دوشیزہ مسلم کہ ہے آج
فکر اندوہ میں ڈوبی ہوئی غمگین و حزیں
وقت کرتا ہوا پرواز گزر جاتا ہے
غم کا اس ماہ جبیں کے کوئی چارہ بھی نہیں

55 سال اس نے گزارے ہیں مقید رہ کر
آج بھی زندہ ہے یہ جور و ستم سہہ سہہ کر
آہ لب تک کبھی آئی نہ غضب کے ڈر سے
آئے رخسار تلک اشک الم بہہ بہہ کر

تھی جو اک خان کی بیٹی وہ ہے اب شام کی ماں
اب ہے جے پال کی، جگدیش کی، جے رام کی ماں
اس کی عصمت کا کوئی پوچھنے والا نہ رہا
آج سکھ دیو کی بیوی ہے تو گھنشام کی ماں

افق پاک کی جانب سے جو اُٹھتا ہے غبار
سوچتی ہے کہ نگہبانِ حرم آتے ہیں
میری عصمت کے محافظ میری عفت کے امین
ہاتھ میں تیغ لیے تیز قدم آتے ہیں

ہر کرن تیرگی شام میں ڈھل جاتی ہے
آرزو حسرتِ ناکام میں ڈھل جاتی ہے
حسن پھر زینت آغوش دگر ہوتا ہے
زندگی گردش ایام میں ڈھل جاتی ہے

کوئی قاسم ، کوئی محمود نہ اب آئے گا
لمحہ لمحہ یونہی یہ وقت گزر جائے گا
کوئی آیا نہ اگر موت تو آئے گی ضرور
کیا میری موت کا سایہ بھی نہ لہرائے گا

آج کا دن تو مسرت کا امین ہے ماتا
آج کے دن کوئی غمگین نہیں ماتا
آج مسرور ہر اک ماہ جبین ہے ماتا
آج کا دن تو مقدس ہے حسین ہے ماتا

ماں! تیری پلکوں پہ اشکوں کے ستارے کیوں ہیں
آج کیوں درد کی تصویر بنی بیٹھی ہے
کہہ کہ جے پال پیار سے بوسہ نہ دیا
پڑھ سکوں جو نہ، وہ تحریر بنی بیٹھی ہے

ماں سنا ہے تو مسلمان تھی مسلمان تھے کون
اہل بھارت تھے وہ حیواں تھے کہ انسان تھے کون
کہتے ہیں قوم جیلانی تھی جری تھی لیکن
نہ بنے جو تیری غیرت کے نگہبان تھے کون

بیسیوں سال کا ہے ذکر، سنا ہے میں نے
کہتے ہیں ڈر سے وہ منہ اپنا چھپا کر بھاگے
کتنے بزدل تھے، کمینے تھے وہ نامرد ذلیل
چھوڑ کر تجھ کو جو جان اپنی بچا کر بھاگے

آج ہی کے دن تو سوراج ملا تھا ہم کو
آج آزادی کا یہ تاج ملا تھا ہم کو
آج کا دن تو مقدس ہے حسین ہے ماتا
آج کے دن کوئی غمگین نہیں ہے ماتا

ہاں میرے لال مقدس ہے، حسین ہے یہ دن
میری خاطر تو مسرت کا نہیں یہ دن
جا میرے لال منا جشن یہ دن جشن کا ہے
میرے جے پال منا جشن یہ دن جشن کا ہے

کوئی قاسم ، کوئی محمود نہ اب آئے گا
لمحہ لمحہ یونہی یہ وقت گزر جائے گا
وقت گزرے تو پھر موت بھی آجائے گی
اور یہ موت کی آغوش میں سو جائے گی

مسلم کُش ہندو جنونیت اور دہشت گردی کی لہر ملک گیر تھی اور خود دہلی دارالحکومت میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا تھا۔ 19 جولائی سے (غالبًا) رمضان المبارک شروع ہوا اور اس میں بھی ہنگامے جاری رہے بہت سے قافلے جیسے تیسے پاکستان پہنچ رہے تھے اور 14 اگست تک صبح آزادی کے ہزاروں لاکھوں متوالے برطانوی سامراج کے بے رحمانہ ظلم وتشدد سے گلوخلاصی کا اعلان سننے کے منتظر تھے قائداعظم 14 اگست 47ء کو کراچی میں تھے۔

قیام پاکستان اور پہلا یومِ آزادی

13۔14 راگست 47ء رات 12 بجے ریڈیو سے یہ آواز بلند ہوئی 'یہ ریڈیو پاکستان ہے' تو خلق خدا اپنے رب کے حضور خوشی کے آنسوؤں کے ساتھ شکر کر رہی تھی کہ اے اللہ تو نے ہمیں بیک وقت انگریز اور ہندو کی غلامی سے آزادی بخشی ہے۔ یہ شب 27 رمضان المبارک کی شب تھی اور معروف معنی میں نزولِ قرآن کی رات اور لیلۃ القدر تھی۔

آزادی کی تقریبات میں پاکستانی پرچم لہرانے اور دعا کے لیے قائداعظم نے مغربی پاکستان کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور مشرقی پاکستان کے لیے مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا انتخاب فرمایا۔ دنیا کے نقشہ پر سب سے بڑی مسلمان ریاست پاکستان یکا یک ابھر کر سامنے آ گئی اس وقت کا پاکستان دو حصوں پر مشتمل تھا ایک مشرقی پاکستان جو اب برادر ملک بنگلہ دیش کہلاتا ہے دوسرا مغربی پاکستان جو آج پاکستان کہلاتا ہے۔

بھارت اور پاکستان میں اثاثوں کی تقسیم

تبادلہ آبادی کا مرحلہ کئی سالوں جاری رہا۔ تاہم اثاثہ جات کی تقسیم، فوج، فوجی ساز و سامان، ساری املاک کی تقسیم میں ہندو نے روایتی بد دیانتی کا ثبوت دیا اور برطانوی سرپرستوں کی اشیر باد انہیں حاصل رہی۔ یہ بد دیانتی اتنی واضح تھی کہ دنیا دیکھ رہی تھی مگر نوزائیدہ مملکت پاکستان کے وسائل پر قبضہ کر کے برطانوی سامراج اور ہندو قیادت پاکستان کا گلہ گھونٹ کر مار دینا چاہتے تھے۔ یہ ظلم اور ناانصافی اتنی واضح تھی کہ خود (پاکستان کا قیام میری لاش پر ہی ممکن ہے کہنے والا لیڈر) مہاتما گاندھی کو مرن بھرت (بھوک ہڑتال) کرنا پڑی مگر جنونی مسلمان دشمن ہندو انتہا پسند

دہشت گردوں کے کان پر جوں تک نہ رینگتی۔

قائداعظم بطور گورنر جنرل پاکستان

قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے، ماہ اگست گزرا دفتروں میں سرکاری کام ہونے لگے، ملک کا نظم ونسق بحال ہونے لگا، ماہ ستمبر آیا سرکاری ملازمین کے لیے تنخواہوں کی ادائیگی کا مسئلہ درپیش ہوا۔مگر......خزانہ خالی تھا ہندو بنیامکّاری سے مسلمانوں کو کچھ دینے پر راضی نہ تھا اور برطانوی حکومت کی دلی خواہش بھی یہی تھی کہ مسلمانوں کو برطانیہ سے ’آزادی‘ کی سزا دی جائے۔

روایت یہ ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی کابینہ کا اجلاس بلایا اور بیس منٹ سب لوگ خاموش بیٹھے رہے کہ وسائل نہیں ہیں خزانہ خالی ہے کوئی حل سامنے نہیں آیا اور اجلاس برخاست کر دیا گیا۔ اس وقت مسلمان عوام اور خواص سب میں مذہبی جذبہ عروج پر تھا۔ سیٹھ عبدالستار دلیکا کو اس میٹنگ کی کارروائی معلوم ہوئی تو انہوں نے قائداعظم کو BLANK CHECQUE پیش کیا کہ جتنی رقم درکار ہو درج کر کے میرے اکاؤنٹ سے نکلوالی جائے۔

احیائے خلافت کا جوش اور ولولہ

پاکستان کے ابتدائی ماہ وسال قربانیوں کی لازوال داستان ہے جس کا ہر پہلو حوصلہ افزا اور ایمان افروز ہے۔ مہاجرین کے قافلے پاکستان میں داخل ہوئے تو لاہور میں اہل لاہور نے جس طرح ان کی خدمت اور میزبانی کی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ بہاولپور میں نواب بہاولپور، رحیم یار خان اور سندھ کے شہروں میں ایثار وقربانی کی ایسی سینکڑوں داستانیں ہیں جن کا تذکرہ ہی اسلامی بھائی چارہ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے لے آتا ہے۔

حالات گزرتے رہے......ایک سال بعد دوسرا یوم آزادی آیا تو اس وقت تک پاکستان کا نام اور اسلام کی عظمت کے حوالے سے مسلمانوں کا جذبہ چہار دانگ عالم میں آشکار ہو چکا تھا۔ پاکستان کے مسلمان اسلام سے وابستگی اور علامہ اقبال کے افکار اور قائداعظم کی تقاریر اور بیانات کی روشنی میں عالم اسلام کی نگاہ مسلمانوں کے عالمی سطح پر روشن مستقبل کے لیے امید کی کرن تھی

چنانچہ 14/اگست 1948ء کے یوم آزادی کے موقع پر 25 سے زائد اسلامی ملکوں کے فوجی وفود پاکستان آئے اور آزادی کی پریڈ میں حصہ لیا' جو پاکستان اور پاکستان کی قیادت پر عالم اسلام کے اعتماد کا مظہر تھا۔

14/اگست 1949ء کے تیسرے یوم آزادی کے موقع پر 30 سے زائد اسلامی ملکوں کے فوجی دستوں نے پریڈ میں حصہ لیا۔ ان حسین خواب جیسے لمحات کے عینی شاہد ابھی خال خال زندہ ہیں۔ جناب سید قاسم محمود (شاہکار مطبوعات اور ان گنت کتابوں کے لکھنے والے) ان میں سے ایک ہیں۔ یہ واقعات اور اس طرح کے دوسرے واقعات یہ ظاہر کررہے تھے کہ پاکستان عالم اسلام کی آنکھوں کا تارا بن رہا ہے اور 'ہوتا ہے جادۂ پیما پھر کارواں ہمارا' کا مصداق۔

پاکستان 1947ء سے 1957ء تک

☆ 11 ستمبر 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے وفات پائی اور کراچی میں مدفون ہوئے۔ مسلمانان پاکستان کو یتیمی کا یہ داغ سہنا پڑا۔

☆ دسمبر 1947ء کو کشمیر میں انڈیا نے فوجیں داخل کردیں اور فوجی قبضہ کرنا چاہا۔ گورنر جنرل پاکستان نے انگریز آرمی چیف پاکستان جنرل گریسی کو حکم دیا کہ فوج کشمیر پر ہوائی حملہ کرے۔ مگر اس نے (اندرون خانہ ملی بھگت اور برطانوی و ہندی مسلم کش پالیسی کے عین مطابق) انکار کردیا۔ سرحد کے غیور عوام اٹھے اور ملک کے طول و عرض سے مجاہدین آئے اور کشمیر کو آزاد کرالیا۔ قریب تھا کہ سرینگر بھی آزاد ہو جاتا...... ہندو لیڈر شپ مسئلۂ کشمیر کو اقوام متحدہ لے گئی تاکہ بات مذاکرات کی میز پر لائی جائے اور مسلمان کشمیر نہ لے سکیں۔ یو این او...... برطانیہ، فرانس، امریکہ کی غلام ہے وہاں وہی کچھ ہوا جو برطانیہ اور امریکہ چاہتے تھے...... ہندو وعدہ کے باوجود کشمیر میں استصواب رائے نہیں کراتا اور امریکہ وغیرہ اقوام متحدہ پر زور نہیں دیتے کہ اسی میں اُن کا بھلا ہے اور مسلمانوں کی دشمنی کا رازِ مضمر ہے۔ (ورنہ تیمور یہ کا مسئلہ ہو تو فوراً سب کچھ آناً فاناً ہو جاتا ہے اور آزاد مملکت وجود میں آجاتی ہے۔ مغربی دنیا کی یہ بددیانتی کے مظاہر آنے والا مؤرخ ہی صحیح طور پر لکھ سکے گا۔)

☆ قائداعظم کی رحلت کے بعد نوابزادہ لیاقت علی خان پاکستان کے سربراہ بنے وہ ملک

میں جاگیرداری نظام کے خاتمے کے لیے اصلاحات کرنا چاہتے تھے مگر آج کی طرح فیوڈل لالی اتنی مؤثر تھی کہ لاہور سے لینڈ ریکارڈ کی اہم دستاویزات لے کر جانے والا طیارہ بہاولپور کے قریب گر گیا اور یوں یہ باب لمبے عرصے کے لیے بند ہو گیا۔ اس سانحے کے پیچھے کس کس کا ہاتھ تھا وہ ایک راز ہی رہے گا اور جنرل ضیاء الحق مرحوم کے طیارہ کی تباہی کی طرح صیغۂ راز میں ہے۔

☆ پاکستان کو سب سے پہلے برادر ملک ایران نے تسلیم کیا۔ ایران اس وقت آریہ مہر رضا شاہ پہلوی کی حکمرانی میں تھا اور انقلاب ایران (1979ء) تک امریکہ کا پٹھو شمار ہوتا ہے پاکستان کا کسی غیر ملکی سربراہ مملکت کی حیثیت سے پہلا دورہ بھی شاہ ایران نے ہی کیا تھا۔

☆ 1950ء میں نوابزادہ لیاقت علی خان نے امریکہ کا دورہ کیا اور امریکی جال میں آنے کے انکاری ہو گئے اور جیولٹش کانگریس میں وہ تاریخی جملہ فرمایا جو بہت مشہور ہوا کہ

GENTLEMEN OUR SOULS ARE NOT FOR SALE

گویا تھوڑی سی مالی مراعات کے لیے ہم فلسطینیوں کی حمایت چھوڑ کر اسرائیل کی حمایت کر دیں یہ ہمیں منظور نہیں۔

☆ اکتوبر 1951ء میں لیاقت باغ راولپنڈی میں لیاقت علی خان کو شہید کر دیا گیا اور ملزموں کا آج تک سراغ نہیں مل سکا۔

☆ ملک کے لیے اسلامی آئین پر اتفاق رائے کے لیے تمام مسالک کے 31 علماء نے 22 نکات پر اتفاق رائے سے دستاویز حکومت کو دے دی کہ ان خطوط پر آئین پاکستان بنایا جائے تو ہمیں منظور ہو گا۔

☆ 1951ء سے 1957ء حکومتیں تیزی سے بدلتیں رہیں تاہم مارچ 1956ء میں پاکستان کا پہلا متفقہ آئین تیار ہو گیا اور 23 مارچ 1956ء سے نافذ العمل بھی۔ اس آئین کو بجا طور پر اسلامی آئین کہا جا سکتا تھا۔

☆ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں برابری (PARITY) پیدا کرنے کے لیے 1955ء میں مغربی پاکستان کے تمام صوبوں اور ریاستوں کو مدغم کر کے وحدت (ONE UNIT) بنا دیا گیا۔ لاہور مغربی پاکستان کا دارالحکومت قرار پایا وحدت کالونی اور

وحدت روڈ اسی دور کی یادگار ہیں۔

پاکستان کا پہلا مارشل لاء 1958ء۔1968ء

آئین پاکستان کو نافذ ہوئے ابھی ایک ہی سال ہوا تھا کہ اسلام دشمن قوتیں بالخصوص امریکہ بہادر کو یہ بات راس نہیں آئی اس نے اس وقت کے فوجی سربراہ کو امریکہ بلایا پیٹھ ٹھونکی، مراعات کا وعدہ کیا۔ ایوب خان نے واپس آ کر اکتوبر 1958ء میں جمہوری حکومت کو ختم کر کے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ پاکستان کی مستقبل کی تمام سیہ بختیوں کا آغاز اسی مارشل لاء سے ہوا۔

ایوب خان نے آئین توڑا، مارشل لاء نافذ کیا، 1961ء میں نیا آئین نافذ کیا، الیکشن کرائے، بنیادی جمہوریتوں کا نظام متعارف کرایا۔ امریکی اور عالمی امداد سے بہت سے ترقیاتی کام ہوئے، سندھ طاس کا معاہدہ ہوا جہاں اس حکومت نے راوی، ستلج اور چناب تین دریا بھارت کے ہاتھوں بیچ دیے۔ 1964ء میں الیکشن ہوئے تاہم ایوب خان' مس فاطمہ جناح کے مقابلے دھاندلی سے دوبارہ برسر اقتدار آ گیا۔

☆ پاکستان کی بظاہر ترقی اور امن و امان بھارت کو ایک آنکھ پسند نہیں تھا۔ ستمبر 1965ء میں پاکستان پر ایک جنگ مسلّط کر دی گئی اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم سے پاکستان دشمن کے کاری وار سے بچ بھی گیا اور کامیابیاں بھی ہوئی جسے ایوب خان نے عالمی دباؤ میں آ کر تاشقند معاہدہ میں زیرو کر دیا۔ دس سال ایوب خانی حکومت کے اہل کاروں نے ملک کو خوب لوٹا، ڈیفنس i کراچی، گلبرگ لاہور جیسے POSH علاقے بن گئے۔ ملک کا دارالحکومت کراچی سے اسلام آباد منتقل ہو گیا۔

دس سال بعد 1968ء میں ایوب خان اپنے اقتدار کا عشرہ ترقیات منا رہا تھا کہ عوام اُٹھ کھڑے ہوئے ایوب خان کو جانا پڑا مگر اس نے اپنے بنائے ہوئے آئین کو دوبارہ توڑا اور ملک اسمبلی کے بجائے فوجی سربراہ یحییٰ خان کے حوالے کر دیا۔

دوسرا مارشل لاء 1969ء۔1971ء

جنرل یحییٰ خان کے ذریعے ملک پر دوسرا مارشل لاء مسلّط کر دیا گیا۔ مشرقی پاکستان

کے حالات خراب تھے،فوجی ایکشن سے مزید خراب ہو گئے۔ 1970ء کے الیکشن غیر جانبدارانہ تھے مگر اس کے نتیجے میں حکومت نہ بن سکی۔ عالمی طاقتوں نے بھارت کے ذریعے پاکستان پر حملہ کر دیا اور مشرقی پاکستان کو علیحدہ کر کے بنگلہ دیش بنا دیا۔ 16 دسمبر 1971ء کو سقوط ڈھاکہ ہوا اواخر دسمبر 71ء میں یحییٰ خان نے ذوالفقار علی بھٹو کو ملک کا اقتدار دے کر خود علیحدگی اختیار کر لی۔

ذوالفقار علی بھٹو کا جمہوری دور 1972ء۔1977ء

ذوالفقار علی بھٹو نے اقتدار سنبھالا تو ملکی حالات بہت دگرگوں تھے۔ عالمی رائے عامہ بھی پاکستان کے خلاف تھی اور سقوط ڈھاکہ کی وجہ سے عوام کا حوصلہ (MORALE) بھی بہت پست تھا۔ مشرقی پاکستان سے 92 ہزار قیدی بھارت میں تھے۔ بھٹو نے ملک میں امن وامان قائم کیا، عوام کو حوصلہ دیا، اندرا گاندھی سے مذاکرات کر کے قیدی رہا کرائے۔ اگست 1973ء میں ملک میں متفقہ نیا آئین تیار ہو کر نافذ ہوا یہ آئین بھی بہت حد تک اسلامی مزاج کا تھا۔ تاہم اس میں ترامیم کے ذریعے (اور فوجی حکومت کے ذریعے)اس کا حلیہ بگاڑ دیا گیا۔

پاکستان میں ایٹمی پروگرام کا آغاز ہوا۔ فروری 1974ء میں دوسری عالمی سربراہی کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی جس سے مسلمان عوام میں پھر سے ملّی جوش وخروش پیدا ہو گیا۔

1977ء میں الیکشن ہوئے مگر دھاندلی کی وجہ سے عوام سڑکوں پر آ گئے اور اپوزیشن نے پاکستان قومی اتحاد کے نام سے نظام مصطفےٰ کا نعرہ لگا کر تحریک چلائی جو کامیاب رہی جس کے نتیجے میں بھٹو کی حکومت بہت کمزور ہو گئی، نئے انتخابات کے لیے مذاکرات کامیاب ہوئے ہی تھے کہ ـــــــ بدقسمتی سے ملک میں جولائی 1977ء میں جنرل ضیاء الحق نے تیسرا مارشل لاء نافذ کر دیا۔

تیسرا مارشل لاء جولائی 1977ء۔اگست 1988ء

جنرل ضیاء الحق نے حکومت سنبھالی بھٹو پر ایک قتل کا مقدمہ چلا کر اس کو اپریل 1979ء میں پھانسی دے دی گئی۔ ضیاء حکومت نے کچھ اسلامی اصلاحات کیں شریعت کورٹس بنیں۔ مگر اس دوران 1979ء میں افغانستان پر روس نے حملہ کر دیا تھا جس سے ملک میں ایمرجنسی کی کیفیت پیدا

ہوگئی تھی، لاکھوں افغانستان مہاجرین پاکستان آ گئے، امریکہ نے پاکستان کو روس کے مقابلے کے لیے آگے کیا، جہاد کے نام پر افغانستان میں جہادی گروپ بنے اور بالآخر روس افغانستان میں شکست کھا کر رخصت ہوگیا، USSR کے نام سے دوسری سپر پاور دنیا کے نقشے سے ختم ہوگئی۔ پاکستان کی کوششوں کو امریکہ اور عالم اسلام میں خوب عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

اسی دور میں ضیاء حکومت نے کشمیر میں جہادی سرگرمیاں شروع کیں جس سے دنیا میں بھارت کے ساتھ پاکستان کا دیرینہ مسئلہ، مسئلہ کشمیر ازسرنو زندہ ہوکر یواین او اور عالمی طاقتوں کی نگاہ میں آ گیا۔

1985ء میں ضیاء نے الیکشن کرائے اور سول حکومت بنائی تاہم جلد ہی جونیجو صاحب کی حکومت کو خود ضیاء الحق نے ہی ختم کر دیا۔ اگست 1988ء میں جنرل ضیاء الحق طیارے کے ایک حادثے میں بہاولپور کے قریب شہید ہوگئے اور تیسرے مارشل لاء کا دور ختم ہوگیا۔

اگست 1988ء۔ اکتوبر 1999ء جمہوری دور

1988ء میں جنرل ضیاء الحق کی شہادت کے بعد عبوری حکومت بنی، الیکشن ہوئے پی پی پی جیت گئی اور بے نظیر ملک کی وزیراعظم بن گئیں، وہ عصر حاضر میں عالم اسلام کی پہلی سربراہ مملکت خاتون تھیں۔ دو سال بعد ہی یہ حکومت ختم ہوگئی۔ اسی دوران جب روس افغانستان سے چلا گیا تو اقتدار جہادی گروپس کے ہاتھ میں آ گیا جو اس ملک کو مناسب انداز میں نہ چلا سکے۔ پاکستان میں دوبارہ عبوری الیکشن ہوئے جس میں مسلم لیگ جیت گئی اور نواز شریف نے حکومت بنائی۔

1993ء میں نواز شریف حکومت کو بھی ختم کر دیا گیا اور الیکشن کے بعد بے نظیر دوبارہ وزیراعظم بن گئیں۔ پاکستان کے حالات کے پیچھے کوئی ایسی غیبی طاقت تھی جو یہاں جمہوری حکومتوں کو چلنے نہیں دیتی تھی اور امن وامان کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن نہیں دیکھ سکتی تھی حالات کو جلد ہی بار بار بگاڑ کر پاکستان کو غیر مستحکم کیا جا رہا تھا۔ 1997ء میں بے نظیر حکومت ختم ہوگئی۔ الیکشن ہوئے اور نواز شریف صاحب ایک دفعہ پھر جیت گئے اور دوبارہ وزیراعظم کا عہدہ سنبھالا۔

نواز شریف نے مئی 1998ء میں امریکی دباؤ کے علی الرغم ایٹمی دھماکہ کر کے پاکستان کو ایٹمی ممالک کی صف میں شامل کر دیا۔ ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب کی خوب پذیرائی ہوئی۔

ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب اور ان کی ٹیم کی کوششوں سے اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو اسلامی دنیا کی پہلی اور عالمی سطح پر ساتویں ایٹمی طاقت بنادیا۔

کسی غیبی طاقت کی شہ پر اکتوبر 1999ء میں جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا اور اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ ملک میں ایک بار پھر مارشل لاء نافذ کردیا گیا۔

پاکستان کے پڑوسی ممالک

پاکستان کے پڑوسی ممالک شمال میں جمہوریہ چین، مغرب میں افغانستان اور ایران، مشرق میں بھارت اور جنوب میں بحیرۂ عرب ہے۔

1947ء تک چین برطانوی مظالم کا منہ بولتا ثبوت تھا اور سامراجی اثرات سے نکلنے کی کوشش کررہا تھا۔ ماؤزے تنگ کی قیادت میں 1949ء میں چین میں انقلاب آ گیا اور سوشلسٹ نظریات کے تحت نئے دور کا آغاز ہوگیا، چین ماضی بعید کے زمانے سے ہی بہت بڑا ملک رہا ہے اور اس کے تجارتی روابط مشرق وسطیٰ اور یورپی ممالک سے رہے ہیں۔ چین کا مشرق وسطیٰ سے قریب ترین اور مختصر رابطہ خوش قسمتی سے پاکستان سے ہو کر گزرتا ہے لہٰذا پاک چین تعلقات ماضی میں بھی اور حال میں بھی بہت اہمیّت کے حامل ہیں۔ یہ شاہراہ پہلے شاہراہ ریشم (SILK ROUTE) کہلاتی تھی اور اب جدید طرز پر تعمیر ہو جانے اور بھاری (HEAVY) ٹریفک کے لیے کھل جانے کے باعث شاہراہ قراقرم کہلاتی ہے۔

دوسرا قریبی ملک افغانستان ہے۔ افغانستان ایک مسلمان ملک ہے اور ایک دو صدیاں پہلے تک افغانستان اور برطانوی ہند کے مسلمانوں کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ جدوجہد آزادی میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے افغانستان میں ہجرت کا منصوبہ بنایا تھا۔ تاہم روس کے سوشلسٹ انقلاب 1917ء کے بعد افغانستان ہی سوشلسٹ اثر ورسوخ بڑھ گیا اور وہاں کے حکمرانوں (ظاہر شاہ کے بعد) نے پاکستان پر روسی نقطہ نظر سے دباؤ بڑھانے کی کوشش کی۔

روس USSR ایسا ملک تھا جس کو ایسا سمندر اور بندرگاہیں میسر تھیں جہاں سال بھر کا بیشتر حصہ برف جمی رہتی ہے اور سال میں نو ماہ یہ بندرگاہیں جہازرانی کے قابل نہیں ہوتیں۔ لہٰذا دنیا کے نقشے کو دیکھ کر روس کا یہ اوّلین منصوبہ تھا کہ افغانستان پر قبضہ کرکے بلوچستان کے راستے بحیرۂ

عرب کے گرم پانیوں تک رسائی حاصل کی جائے۔بحیرۂ عرب کی ہماری بندرگاہیں سال بھر تجارت کے لیے کام کرتی ہیں۔روس کے اس جارحانہ منصوبے کے پیش نظر ہی 1947ء میں بھارت نے اپنے مغرب میں پاکستان قبول کرلیا تھا کہ اس طرح روس کا سارا دباؤ پاکستان اورافغانستان کے مسلمانوں کو برداشت کرنا پڑے گا۔

اسی لئے پاکستان جب آزادی کے بعد UNO کا ممبر بننے لگا تو افغانستان واحد ملک تھا جس نے روس کے زیر اثر پاکستان کی ممبر شپ کی مخالفت کی تھی۔ باشاہت کے خاتمے کے بعد 1971ء میں داؤد حکومت آ گئی اور روس کے زیر اثر یہ حکومتیں تیزی سے بدلتی رہیں۔تا آنکہ 1979ء میں روس بہ نفس نفیس خود افغانستان میں داخل ہو گیا۔ان سالوں میں پاکستان واقعی بہت دباؤ میں تھااور روس کے پروردہ سیاستدان،ادیب اور شاعر بہت پرامّید تھے کہ پاکستان روس کے آگے لیٹ جائے گا تاہم قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔1989ء میں روس افغانستان سے شکست کھا کر واپس چلا گیا اور جلد ہی USSR خود ہی ختم ہو گیا اور اس میں شامل ساری ریاستیں آزاد ہو گئیں۔جن میں اکثر ریاستیں مسلمان ہیں۔اس طرح پاکستان بچ گیا اور روس کا گرم پانیوں تک پہنچنے کا منصوبہ بھی خاک میں مل گیا۔

پاکستان کا تیسرا پڑوسی ایران ہے۔ایران مسلمانوں میں سب سے پرانی عقائد کی تقسیم کے لحاظ سے شیعہ نظریات کا حامل ملک ہے۔ پاکستان کے قیام کے وقت ایران کا حکمران رضا شاہ پہلوی تھا جو امریکہ کا ایجنٹ اور علاقے میں امریکہ کا POLICEMAN شمار ہوتا تھا۔ایران پہلا ملک ہے جس نے پاکستان تسلیم کیا اور شاہ ایران پہلا غیر ملکی سربراہ ہے جس نے پاکستان کا دورہ کیا اس طرح پاکستان کو امریکی جال میں پھنسانے کا سہرا بھی شاہِ ایران کو جاتا ہے۔ یہاں ایران اس لیے نہیں لکھ رہے کہ اہل ایران نے شاہ ایران کے خلاف تحریک چلا کر اس سے نجات حاصل کرلی۔ 1979ء کے انقلاب کے بعد وہاں کی حکومت عام طور پر امریکہ مخالف ہی ہے۔ پاکستان کے عوام اپنے عقائد کے مطابق ابھی اسلامی انقلاب کو ترس رہے ہیں جبکہ ہمارے ایرانی بھائیوں نے اپنے نظریات کے مطابق ایران میں آج سے ایک تہائی صدی قبل انقلاب لا کر سبقت حاصل کرلی۔

پاکستان کا سب سے اہم پڑوسی بھارت ہے۔ برطانوی ہند میں بھارت اور پاکستان

یکجا تھے۔ بھارت کی خواہش اور مذہبی روایات ایسی تھیں کہ بھارت کو یکجا رہنا چاہیے۔ عالمی استعمار صہیونیت اور برطانیہ بھی ہندکو اکٹھا رکھنا چاہتے تھے تاکہ جمہوری انداز میں مسلمانوں کو کچلنا آسان ہو جائے۔ تاہم حالات سامنے ہیں اور ہم سابقہ مضمون میں لکھ بھی چکے ہیں کہ برطانوی انٹیلی جنس نے تسلیم کیا کہ تاج برطانیہ کی خواہش کے باوجود ایک مسلمان شاعر اقبال کی شاعری کی وجہ سے ملک تقسیم کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت نے پاکستان کے وجود کو آج تک ذہناً اور قلباً تسلیم نہیں کیا اور اس کی چھ عشروں کی سیاست پاکستان کو ختم کرنے کی پالیسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

بھارت اور اس کے سرپرست (صہیونی آقاؤں کو) یہی ہضم نہیں ہو رہا کہ 711ء میں طارق بن زیاد رحمہ اللہ نے سپین کا علاقہ فتح کیا اور وہاں مسلمانوں کی حکومت بنائی، 800 سال مسلمانوں کی حکومت رہی مگر 1492ء میں وہاں مسلم اقتدار ختم ہو گیا اور اب وہاں مسلمانوں کا نام ونشان نہیں ہے۔

عین اسی سال 711ء میں ہی محمد بن قاسم سندھ (وہند) داخل ہوا تھا علاقہ فتح کیا۔ مسلمانوں نے حکومت بنائی جو 1857ء تک قائم رہی اور برطانوی سامراج کے خاتمہ کے بعد پاکستان بن گیا اور مسلمان جنوبی ہند میں آج تک موجود ہیں بلکہ پاکستان ایک ایٹمی طاقت بھی ہے۔ بھارت نے باقاعدہ 1960ء کے عشرے میں (وزیر خارجہ) سردار سورن سنگھ کی قیادت میں ایک وفد سپین بھیجا تھا کہ وہاں مطالعہ کر کے تجاویز پیش کرے کہ وہاں مسلمانوں کو کیسے ختم کیا گیا۔ یہ خیال صرف اکیلے ہندو کا نہیں تھا یہ دراصل عزائم صہیونی لابی کے ہیں جو ابھی شرمندۂ تکمیل ہیں۔

تاریخی تسلسل......20 صدی عیسوی میں عالمی حالات

بیسویں صدی عیسوی تاریخ عالم کے میں حالات واقعات کے بہاؤ اور تسلسل کے اعتبار سے بڑی اہم ہے۔ 1901ء سے 2000ء کے درمیان کئی تاریخی اہم واقعات رونما ہوئے۔ پہلی جنگ عظیم 1914ء۔1918ء اور دوسری جنگ عظیم 1939ء۔1945ء تاریخ انسانی کی بڑی اور اہم جنگیں ہیں جن میں دونوں فریقوں کے پیچھے ایک ہی لابی صہیونی لابی کارفرما تھی اور یوں یہ PREPLANNED اور ENGINEERED جنگیں تھیں جن میں اصل فائدہ اسلحہ فروخت کرنے والے ممالک اور صہیونی آلہ کاروں کا ہوا اور انہیں کے صدفی صد مقاصد پورے ہوئے۔

اسی صدی میں 1917ء۔1924ء کے دوران ایک عظیم مسلمان طاقت عثمانی سلطنت ختم ہوگئی۔ 1947ء میں پاکستان کی آزادی سے شروع ہو کر 1980ء تک برطانیہ کے تمام مقبوضات اس کے ہاتھ سے نکل گئے اور برطانیہ کی حکومت صرف برطانیہ کے بھی ایک حصے پر باقی رہ گئی۔ آئرلینڈ کے باشندے گزشتہ نصف صدی سے زائد عرصے سے برطانیہ کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتے۔ گویا وہ عظیم برطانوی سلطنت جس میں 1940ء تک سورج غروب نہیں ہوتا تھا وہ اس صدی کے اواخر میں خود ہی ڈوب گئی۔ اب بھی اگر صہیونی عزائم اور منصوبوں کے تحت تاج برطانیہ کا تحفّظ امریکہ نہ کرے تو شاید برطانوی سلطنت کا بالکل نام ونشان ہی مٹ جائے۔

☆ اسی صدی میں 1990ء میں افغانستان میں شکست فاش کے بعد USSR تحلیل ہوکر آزاد ریاستوں میں تبدیل ہوگیا اور یوں عالمی سطح پر دو سپر طاقتوں کی بجائے صرف ایک سپر پاور امریکہ (USA) رہ گیا جو اس کے بعد سے فرعون وقت بن گیا ہے اور کمزور اقوام بالخصوص مسلمان ممالک سے خدائی لہجہ میں بات کرتا ہے۔

☆ اسی صدی میں جمہوری حکومتوں کا فروغ ہوا اور الیکشن ممبری، جمہوریت اسمبلی اور حکومتوں کا تصوّر عام ہوا اور دنیا سے بادشاہتوں کا آہستہ آہستہ خاتمہ ہوگیا۔

☆ اسی صدی میں دنیا بھر کے یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرنے کے لیے صہیونی لابی نے برطانیہ سے بالفور ڈیکلریشن (1971ء) جاری کرایا پھر وہاں فلسطین میں زمینیں خریدنے کی اجازت لی اور بعدازاں مقامی آبادی کو ختم کر کے ناجائز طریقے پر ملک اسرائیل قائم کرلیا۔

اسرائیل کا قیام

دنیا بھر کے یہودیوں نے ایک صد سالہ منصوبے کے تحت 1897ء۔1997ء سو سال میں جدوجہد کر کے عالمی طاقتوں کے ذریعے مشرق وسطی کے علاقے یروشلم میں اسرائیل نام سے ایک یہودی ریاست قائم کرلی۔ یہ ریاست مئی 1948ء میں قائم ہوئی۔ یہودیوں کا منصوبہ یہ تھا کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد متحدہ ہند کو آزاد کریں گے تو برصغیر کے مسلمان جمہوری فضا میں ہندو اکثریت کے رحم وکرم پر ہوں گے صرف ترکی بڑا آزاد ملک ہوگا اس کو یورپی یونین میں جگہ دے کر ہضم کرلیں گے اور یوں مسلمانوں کا خاتمہ کردیں گے مگر قدرت نے 1947ء میں نہ صرف صہیونی

عزائم کے خلاف پاکستان بنوا دیا بلکہ اس کو عالم اسلام کی امیدوں کا گھوارہ بنا دیا۔ 1948ء اور 1949ء کے یوم آزادی پر 30 مما لک کے وفود کی شرکت نے امریکہ برطانیہ اور یہود کی نیندیں حرام کر دیں۔ وہ دن اور آج کا دن ساری دنیا کے یہودی اور ان کے زیر دست خفیہ عالمی تنظیمیں اور ان کے ایجنٹ پاکستان پر حملہ آور ہیں بظاہر ہمیں یہ حملہ اکتوبر 2001ء میں افغانستان پر امریکی (NATO) حملہ کے موقع پر محسوس ہوا۔ صہیونی اور امریکی ''دست غیب'' کی کارستانیاں تلاش کریں تو یہ بات روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہوگی کہ نصف صدی سے پاکستان کی عالم اسباب کی بہت ساری پریشانیوں کا سبب امریکی دوستی کی آڑ میں دشمنی کے منصوبے ہیں اور اسی کے سبب آج ہم عملاً امریکہ کے غلام بن چکے ہیں۔

امّت مسلمہ کی کامیابیاں

آج کی اس مایوسی کی فضا میں حالات کا مثبت اور روشن پہلو بھی دیکھیں تو ایک روشن باب یہ ہے کہ پہلی جنگ عظیم میں جب سارا عالم اسلام مغربی تسلط میں چلا گیا۔ اس ماحول میں 1947ء میں فوجی نہیں سیاسی جدوجہد کے نتیجے میں ایک تقسیم سے پاکستان ایک اسلامی سلطنت بن کر اُبھرا اور اسکے بعد جیسے کوئی مالا ٹوٹتی ہے اور اس کے دانے تیزی سے گرتے ہیں، عالم اسلام کے مما لک یکے بعد دیگرے آزاد ہوتے چلے گئے اور آج 60 کے لگ بھگ آزاد مسلمان مما لک ہیں۔

قوموں کی زندگی میں نصف صدی کوئی لمبی مدت نہیں ہے اس مختصر عرصے میں عالم اسلام کا مغربی سامراجی قوتوں سے آزادی حاصل کر لینا ہی ایک معجزے سے کم نہیں۔ ذیل میں ہم مسلمان مما لک کے نام اور تاریخ آزادی کا گوشوارہ شائع کر رہے ہیں تا کہ یاد رکھنے میں آسانی ہو۔

دنیائے اسلام ....ایک نظر میں

نمبر شمار	نام ملک	آبادی (ملین میں)	رقبہ مربع کلومیٹر (ہزار میں)	آزادی کا دن یا سال
1	لبنان	2.80	10.40	22 نومبر 1943ء
2	شام	13.7	185	یکم جنوری 1944ء

3	البانیہ	2.5	28	1944ء
4	انڈونیشیا	191.7	1905	17اگست1945ء
5	اُردن	4.9	98	25 مئی1946ء
6	پاکستان	132.9	796	14اگست1947ء
7	عمان	2.0	212	20اکتوبر1951ء
8	لیبیا	5.0	1759	24دسمبر1951ء
9	ایتھوپیا	33.0	1780	1952ء
10	مصر	60.3	1001	1952ء
11	سوڈان	26.6	2506	یکم جنوری1956
12	تیونس	8.6	164	20 ستمبر1956ء
13	ملائیشیا	19.2	330	31اگست1957ء
14	مراکش	26.0	447	2مارچ1956ء
15	عراق	19.5	438	جولائی1958ء
16	گنی	6.3	246	2اکتوبر1958ء
17	صومالیہ	9.0	638	یکم جنوری1960ء
18	کیمرون	12.5	475	یکم جنوری1960ء
19	ٹوگو	2.8	56	27اپریل1960ء
20	بینن	5.1	113	یکم اگست1960ء
21	برکینافاسو	9.8	274	5اگست1960ء
22	نائیجر	8.8	1267	3اگست1960ء
23	آیوری کوسٹ	9.29	319	7اگست1960ء
24	چاڈ	6.0	1284	11اگست1960ء
25	وسطی افریقہ	2.5	626	13اگست1960ء

26	گیبون	1.2	268	17اگست1960ء
27	سینی گال	7.9	197	20اگست1960ء
28	مالی	10.1	1240	22ستمبر1960ء
29	نائیجریا	105.3	924	یکم اکتوبر1960ء
30	مریطانیہ	2.2	1026	28نومبر1960ء
31	سیرالیون	4.3	72	27اپریل1961ء
32	کویت	1.8	18	19جون1961ء
33	تنزانیہ	28.0	945	9دسمبر1961ء
34	الجزائر	26.7	2382	5جولائی1962ء
35	یوگنڈا	19.9	241	9اکتوبر1962ء
36	گیمبیا	1.0	11	18فروری1965ء
37	مالدیپ	0.2	0.3	26جولائی1965ء
38	یمن	16.0	527	30نومبر1967ء
39	بنگلہ دیش	115.2	114	26مارچ1971ء
40	موزمبیق	15.1	802	25جون1971ء
41	بحرین	0.5	0.68	15اگست1971ء
42	متحدہ عرب امارت	1.8	84	2دسمبر1971ء
43	قطر	0.5	11.0	3دسمبر1971ء
44	گنی بساؤ	1.0	36	10ستمبر1974ء
45	کمورو	0.6	2.23	6جولائی1975ء
46	جبوتی	0.6	23.2	27جون1977ء
47	ایران	64.2	1633	1979ء
48	برونائی دارالسلام	0.33	5.8	یکم جنوری1984ء

49	قازقستان	17	2717	16اگست 1991ء
50	تاجکستان	5.8	143	26اگست 1991ء
51	آذربائجان	7.4	87	30اگست 1991ء
52	کرغستان	4.6	198	31اگست 1991ء
53	ازبکستان	21.9	447	31اگست 1991ء
54	ترکمانستان	3.9	488	26اکتوبر 1991ء
55	بوسینیاہرزیگوینیا	3.5	51	دسمبر 1991ء

اس کے علاوہ افغانستان (17.7 ملین) سعودی عرب (171 ملین) ترکی (59.6 ملین) پہلے سے آزاد ممالک تھے۔ان آزاد ممالک کے علاوہ مسلمان دنیا بھر کے کئی ممالک میں بطوراقلیت موجود ہیں اورآزادی کے منتظر ہیں۔ان کی تفصیل یہ ہے:

مسلم اقلیتیں۔مختلف ممالک میں

نمبرشمار	نام ملک	کل آبادی	مسلم آبادی
01	آسٹریلیا	2 کروڑ	3لاکھ
02	اٹلی	5 کروڑ،70لاکھ	8لاکھ
03	ارجنٹائن	3 کروڑ،70لاکھ	7لاکھ
04	اسپین	4 کروڑ	2لاکھ
05	امریکہ	27 کروڑ۔30لاکھ	80لاکھ
06	برطانیہ	5 کروڑ۔95لاکھ	35لاکھ
07	برما(مینمار)	4 کروڑ۔80لاکھ	36لاکھ

08	بلغاریہ	83لاکھ	14لاکھ
09	بھارت	ایک ارب۔10لاکھ	18 کروڑ
10	بلجیم	ایک کروڑ۔5لاکھ	ڈھائی لاکھ
11	تائیوان	2 کروڑ۔20لاکھ	2لاکھ
12	تھائی لینڈ	6 کروڑ۔5لاکھ	26لاکھ
13	ٹرینداداورٹوباگو	11لاکھ	2لاکھ
14	جاپان	12 کروڑ۔70لاکھ	3لاکھ
15	جارجیا	51لاکھ	12لاکھ
16	جرمنی	8 کروڑ۔20لاکھ	15لاکھ
17	جنوبی افریقہ	4 کروڑ۔35لاکھ	ایک لاکھ
18	چین	ایک ارب۔25 کروڑ	بارہ کروڑ
19	روس	15 کروڑ	40لاکھ
20	زممبیا	95لاکھ	30لاکھ
21	سری لنکا	ایک کروڑ۔95لاکھ	15لاکھ
22	سنگاپور	35لاکھ	6لاکھ
23	فرانس	5 کروڑ۔95لاکھ	30لاکھ
24	فلپائن	7 کروڑ۔90لاکھ	60لاکھ
25	کانگو	5 کروڑ	50لاکھ
26	کینیا	2 کروڑ۔90لاکھ	55لاکھ
27	کینیڈا	3 کروڑ	10لاکھ
28	لائبیریا	28لاکھ	7لاکھ

29	ماریشس	25لاکھ	2لاکھ
30	مڈغاسکر	ایک کروڑ۔50لاکھ	18لاکھ
31	مقدونیہ	21لاکھ	7لاکھ
32	ملاوی	ایک کروڑ	21لاکھ
33	نیپال	2 کروڑ۔40لاکھ	7لاکھ
34	ویت نام	7 کروڑ۔60لاکھ	4لاکھ
35	ہالینڈ	ایک کروڑ۔60لاکھ	4لاکھ
36	یوگنڈا	2 کروڑ۔25لاکھ	45لاکھ
37	یوگوسلاویہ	ایک کروڑ۔5لاکھ	22لاکھ
38	یونان	ایک کروڑ۔8لاکھ	4لاکھ

(یہ اعداد و شمار ''شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا'' سے اخذ کیے گئے ہیں)

حرف آخر

عالم اسلام کی ان کامیابیوں کے ضمن میں پیش رفت اور ناکامیوں میں اضافہ کا ملا جلا احساس ہے جو گزشتہ نصف صدی سے مسلمانوں میں بیک وقت موجود ہے۔ آئندہ حالات کا رُخ کیا ہے اس سے متعلق گفتگو اگلے حصے میں آ رہی ہے۔

چوتھا دور

1998ء سے 2010ء تک

حکمت بالغہ نومبر 2010ء

برطانوی ہند کے مسلمانوں کے

1910ء۔2010ء کے حالات

آج ساری دنیا کے مسلمان عام طور پر اور مسلمانانِ پاکستان (یا برطانوی عہد کے ہند کے مسلمان) خاص طور پر ذلت، ادبار اور دنیاوی طور پر خستہ حالی کا شکار ہیں۔ جس سے عام مسلمان تو کیا تعلیم یافتہ طبقہ بھی مایوسی اور بددلی کا شکار ہے اور مستقبل کے بارے میں مایوس اور ماضی کے اپنے آباؤ اجداد سے بدظن نظر آتا ہے۔

علامہ اقبال کی شخصیت برطانوی ہند کے مسلمانوں کے لیے 'دیدہ ور' دانائے راز، حکیم الامت اور 'مبشّر' کی سی تھی جنہوں نے مشکل اور مایوس کن حالات میں مسلمانوں کو سہارا دیا، اُٹھایا، غلامی سے نجات کا جذبہ پیدا کیا اور 'ممولے' کو 'شہباز' سے لڑا دیا اور 1947ء میں مسلمانوں نے علیحدہ وطن حاصل کرلیا۔ اس پر مستزاد، خلافت کا احیاء یعنی ایسا اسلامی انقلاب جو مساوات، عدل و انصاف اور ظلم سود استحصال سے پاک کفالت عامّہ کے اسلامی نظام کی وضاحت بھی فرمائی کہ یہ اس مسلم ریاست کا مقدر ہوگا۔ اس سمت میں ہم نے کتنا سفر کرلیا ہے اور کتنا باقی ہے۔

قوموں کی زندگی طویل ہوتی ہے اور ایک صدی کی قومی زندگی انفرادی زندگی کے دس سال کے برابر بھی نہیں ہوتی لہٰذا ـــــــ اگر صرف ایک صدی میں ہم غلام مسلمانوں نے جابر یورپی سامراج سے نجات حاصل کر کے علیحدہ ملک اور آزادی حاصل کر لی ہے اور دشمنوں کے نرغے میں نہ صرف زندہ ہیں بلکہ دنیا کی سپر پاور اور NATO سے نبرد آزما ہیں تو یہ کامیابیوں کا سفر ہے اور علامہ اقبال کے برطانوی ہند کے شاندار مستقبل کی نوید کا صحیح مظہر ہے اور منزل قریب ہے۔

عطا مومن کو پھر درگاہ حق سے ہونے والا ہے
شکوہ ترکمانی، ذہن ہندی نطق اعرابی

آج کی دنیا کے نقشے میں موجود کئی ممالک ایک صدی پہلے برطانوی ہند کا حصہ تھے، سارک (SAARC) ممالک (سری لنکا، مالدیپ، بنگلہ دیش، بھوٹان، نیپال، بھارت اور پاکستان) کے علاوہ افغانستان کا مشرقی اور جنوبی حصہ بھی برطانوی معاہدات میں جکڑا ہوا تھا۔

1998ء سے قبل کے نو عشروں کے حالات ان صفحات میں آ چکے ہیں۔ بیسویں صدی (1900ء۔2000ء) تاریخ انسانی کی اہم ترین صدی ہے اور حالات و واقعات کی تیزی کے علاوہ عالمی سطح کی دو عظیم جنگیں اسی صدی میں لڑی گئیں ہیں، سائنسی ایجادات نے علم اور معلومات کے تبادلے میں انقلاب برپا کر دیا ہے، معاشی و صنعتی ترقی نے انسانی معاشرت رہن سہن، طرز بود و باش، سفر، تفریح وغیرہ کے طریقے بدل کر رکھ دیے ہیں، ہوائی سفر، موبائل فون، ٹی وی، انٹرنیٹ، کمپیوٹر نے انسانی عادات و اطوار اور سوچ بھی بدل کر رکھ دیا ہے، دنیا ایک گلوبل ویلج (GLOBAL VILLAGE) کی حیثیت اختیار کر چکی ہے، معیشت میں بے پناہ مغربی صنعتی ترقی کے ساتھ سودی معیشت نے ارتکاز دولت پیدا کر دیا ہے آج کی دنیا ترقی یافتہ ممالک کی دنیا ہے ترقی پذیر یا مغربی افکار کے مخالف نظریات کے حامل اور مغربی نظریات کو قبول نہ کرنے والے ممالک (اور معاشرے) مغربی تہذیب کے ظلم و ستم اور جبر و استبداد کا ایسا شکار ہیں کہ رومی حکمرانوں اور فرعونوں نمرودوں کا جبر و ستم ہیچ ہے۔

ان مہیب حالات میں بیسویں صدی میں ترقی پذیر اور غیر ترقی یافتہ ممالک کا زندہ رہ جانا اور دنیا کے نقشے پر موجود ہونا ہی ــــــــــ ایک معجزے سے کم نہیں ہے۔ علامہ اقبال اسی دور کے شاعر تھے انہوں نے 1911ء میں شکوہ نظم میں حالات کا یہ نقشہ کھینچا تھا ؎

عہدِ نو برق ہے، آتش زن ہر خرمن ہے   ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے
اس نئی آگ کا اقوامِ کہن ایندھن ہے   ملتِ ختمِ رسلؐ شعلہ بہ پیراہن ہے
آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

گزشتہ اشاعت میں ہم نے اس عرصے (1910ء۔1998ء) میں امت مسلمہ کی کامیابیوں کا تذکرہ کیا تھا کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد مسلمان اکثریتی علاقے مغربی ظالمانہ استعمار کے تسلّط سے اس تیزی کے ساتھ آزاد ہوئے کہ تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔

اٹھارویں صدی میں سلطنت عثمانیہ ایک عظیم عالمی سلطنت تھی۔ یورپی اقوام نے مسلم سپین سے حصولِ علم کے بعد صنعتی ترقی کی، تو طاقت کے نشے میں سلطنت عثمانیہ کے دور دراز علاقے ہتھیانے اور آزادی کے نام پر اپنے زیر تسلط لانے شروع کر دیے۔ یہ عمل شمالی افریقہ اور مشرقی یورپ کے علاوہ روسی ترکستان کے علاقے میں جاری ہوا اور اس شکست و ریخت کے عمل میں دو صدیاں گزر گئیں تا آنکہ 1924ء میں سلطنت عثمانیہ ختم ہوگئی۔

دوسری طرف روس نے عثمانی سلطنت سے جنگوں کا سلسلہ شروع کیا اور علاقے حاصل کرنے کا عمل شروع کیا تو اس میں بھی دو صدیاں بیت گئیں۔ اس تناظر میں برطانوی (اور یورپی) سامراج، جواب امریکی سامراج کا روپ دھار چکا ہے، کا زوال صرف 60۔70 سال ہی میں اپنے آخری مراحل میں داخل ہو چکا ہے اور جیسا کہ سابقہ قسط میں گوشوارہ دیا گیا تھا اب 58 اسلامی ممالک دنیا کے نقشے پر موجود ہیں۔ روس اور برطانیہ کا زوال اس بیسویں صدی کے حقائق ہیں تو مسلمانوں کی آزادی اور پاکستان کا قیام اس صدی کے معجزات ہیں۔

آج کے حالات کو سمجھنے کے لیے پہلے ایک اور زاویے سے بھی برطانوی ہند کے مسلمانوں کے حالات واقعات پر نگاہ ڈال لینا ضروری ہے:۔

1۔ سلطنت عثمانیہ پر زوال آیا اور 1917ء۔1924ء میں عظیم عثمانی سلطنت (THE GREAT OTTOMAN EMPIRE) ایک چھوٹا سا ملک جمہوریہ ترکی رہ گیا جس کا پوری دنیا میں سب سے زیادہ ردعمل برطانوی ہند میں ہوا اور ایک عظیم الشان تحریک ـــــــــ

تحریک خلافت برپا ہوئی کہ برطانوی حکومت پر زلزلہ آ گیا اور ہندو کو اپنی سیاسی بقا کے لیے اس خالصتاً مسلم تحریک اور مسلم کاز (MUSLIM CAUSE) میں شریک ہونا پڑا۔

2۔ 1930ء میں علامہ اقبال نے ہند کے شمال مغربی علاقے (موجودہ پاکستان) پر مشتمل مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کا نقشہ پیش کیا اور بحالیٔ خلافت کا جذبہ ——— ایک نئے روپ، نئی امنگ اور نئے ولولے کے ساتھ اُٹھا اور 1947ء میں پاکستان وجود میں آ گیا۔

3۔ 1947ء میں دو پاکستان تھے ایک مشرقی پاکستان دوسرا مغربی پاکستان مگر ہماری غلطیوں، کوتاہیوں اور دراصل حقیقی اسلامی جذبے کی کمی کی بنا پر اغیار نے سازشیں کر کے ہمیں الگ کرنے کا کھیل کھیلا اب مشرقی پاکستان 1971ء کے بعد سے بنگلہ دیش کے نام سے ایک اہم برادر اسلامی ملک ہے۔

4۔ برطانوی ہند کے دس کروڑ مسلمانوں نے پہلے دو پاکستانوں اور بالآخر موجودہ پاکستان پر احیائے خلافت اور احیائے اسلام کی ذمہ داری ڈال دی تھی۔ علامہ اقبال کا ایک مثالی اسلامی جمہوری فلاحی مملکت کے تصور کو عملی جامہ پہنانا اس ملک کے رہنے والوں کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔ پہلے مسلم اقلیتی صوبوں اور علاقوں نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لے کر اُسے کامیاب کرا دیا (حالانکہ انہیں یقین تھا کہ ان کا علاقہ کبھی پاکستان میں شامل نہیں ہو سکے گا) یہ خالص اسلامی جذبہ احیائے خلافت کا خواب تھا جس کے لیے ان مسلمانوں نے قربانیاں دیں وطن چھوڑا اور ہجرت کی۔

5۔ بعد ازاں ہمارے کچھ مسلمان بھائیوں نے ہماری ہی غلطیوں اور ناعاقبت اندیشی کے کاموں کی وجہ سے احیائے خلافت کے مشن سے الگ ہو کر اب موجودہ پاکستان پر یہ ذمہ داری ڈال دی۔

6۔ 1971ء کے بعد کا پاکستان بھی اپنوں اور غیروں کی سازشوں کا گڑھ ہے اور عالمی سطح پر مختلف منفی عوامل کا شکار ہے۔

اس سب کے باوجود 1998ء کے حالات پر نگاہ مرکوز کریں تو 1947ء۔1998ء کا میزانیہ قوموں کے عروج و زوال کی زندگی کے پیمانے کے مطابق بھی بہت زیادہ خراب نہیں ہے۔

☆ پاکستان کے پاس عالم اسلام ہی کی نہیں بلکہ دنیا کی بہترین فوج ہے جو اپنے مشن، جذبے اور پیشہ ورانہ تربیت میں پختگی کی وجہ سے پہچانی جاتی ہے۔

☆ پاکستان اور برادر اسلامی ملک افغانستان کے مسلم عوام نے گزشتہ تین عشروں میں روسی استعمار کا راستہ روکا ہے اور ـــــــــ ایک عالمی طاقت کو شکست سے دوچار کر دیا ہے۔ یہ عالمی طاقت پاک افغان مسلم جذبے سے شکست کھانے کے بعد دنیا کے نقشے سے غائب ہوگئی کہ USSR اب نام کو بھی نہیں ہے۔

☆ مسلمانوں کی خوش نصیبی کہ روسی استعمار کی تاریخی شکست کے نتیجے میں استعماری پنجے میں گرفتار درجنوں روسی ریاستیں اب اسلامی تہذیب وثقافت کا نام لے کر اسلامی تشخص اختیار کر رہی ہیں۔

☆ پاکستان مئی 1998ء کے بعد اب ایک ایٹمی طاقت ہے اور دنیا بھر کی آٹھویں اور عالم اسلام کی پہلی ایٹمی طاقت کے طور پر ابھرا ہے۔ مزید برآں پاکستان کی ایٹمی طاقت اور اس کی فنی نوعیت دنیا بھر کی ایٹمی طاقتوں کی فنی نوعیت (TECHNOLOGY) سے کہیں بہتر ہے۔

☆ پاکستان جغرافیائی اعتبار سے ایک ایسے خطے میں ہے جس کی اہمیت عالمی سطح پر نمایاں ہے۔ عالمی طاقت چین کا باقی دنیا سے رابطے کا SHORT CUT (شاہراہ ریشم) پاکستان سے گزرتا ہے، اس عظیم سلطنت کے لیے اقتصادی لحاظ سے شاہراہ ریشم سے زیادہ سود مند کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

☆ مشرق وسطی آئندہ عشروں میں عالمی معیشت اور اقتصادیات کا مرکز بننے والا ہے اور پاکستان کوہ ہندوکش سے بحیرۂ عرب تک ایک دیوار (اسلامی تہذیب اور تشخص کی دیوار) کے طور پر مشرق بعید کو (بھارت سمیت) مشرق وسطی سے الگ کر رہا ہے۔ مشرق بعید کا ہر ملک ـــــــــ روس، مشرق وسطی، یورپ یا مغربی مما لک تک پاکستان کو عبور کیے بغیر ہوائی اور زمینی رابطے سے محروم ہے اسی لیے عالمی طاقتیں اپنے اپنے مفادات کے لیے پاکستان کو توڑنے کی باتیں کرتے رہتے ہیں اور اندرون خانہ ایجنسیز اپنے منصوبوں پر عمل پیرا ہیں۔ 1947ء میں کانگریس (بھارت) نے روسی استعمار کے پھیلاؤ سے بھارت کو بچانے اور پاکستان کو USSR کے

سامنے تر نوالہ بنانے کے لیے تقسیم ہند کو قبول کیا تھا وہ 'قبول کرنا' آج بھارت کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ بھارت آج افغانستان، ایران، مشرق وسطی، امارات اور سعودی عرب سے زمینی رابطہ کے لیے پاکستان کا محتاج ہے۔

☆ پاکستان کی یہ عالمی، سیاسی اور جغرافیائی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے، اس پر مستزاد یہ ہے کہ گزشتہ دو عشروں سے امریکہ تنہا عالمی طاقت ہے اس کے نتیجے میں جو خاص نفسیات امریکی اعلیٰ کارپردازوں اور منصوبہ سازوں کی بن گئی ہے وہ کیفیات END OF HISTORY اور CLASH OF CIVILIZATIONS جیسی کتابوں کے مندرجات سے ظاہر ہیں۔ اندریں حالات امریکہ بہادر عالمی برتری کو ہر قیمت پر برقرار رکھنے کی موہوم پالیسی (PHOBIA) کا شکار ہے۔ اسی سوچ کے تحت ASIA PACIFIC اور CONTAINTMENT OF CHINA کی پالیساں بنائی گئیں ہیں۔ اس پالیسی کے تحت جو اقدامات کیے جا رہے ہیں اور جو ROAD MAPS تیار ہوئے ہیں اُس نے پاکستان کی تزویراتی اہمیت (STRATEGICAL IMPORTANCE) کو کئی گنا کر دیا ہے جس سے اس علاقے میں امریکی مداخلت روز بروز بڑھ رہی ہے اور 1998ء کے بعد واضح طور پر اس مداخلت میں نمایاں اضافہ ہو گیا ہے جس سے پاکستان کے دوست ممالک اور عوام پریشان ہیں تاہم ان امریکی اقدامات سے پاکستان کے دشمنوں کی نیندیں بھی حرام ہو چکی ہیں۔

دوسری طرف عالمی حالات کا رُخ یہ ہے کہ:

☆ عالمی طاقتوں، عالمی ایجنسیوں اور خطے کے ممالک کے لیے پاکستان کی یہ اہمیت حیران کُن ہی نہیں پریشان کُن ہے۔ عالمی سطح پر ہر مسلمان اور مسلم ممالک کے دردمند حکمران اس صورت حال کو اپنے حق میں استعمال کرنے اور پاکستان پر عالمی دباؤ کم کرنے کی کوئی حتمی پالیسی بنانے پر گومگو کا شکار ہیں۔

☆ امریکی، صیہونی اور G15 ممالک کے عالی دماغ اور پالیسی ساز افراد اور ان کے تھنک ٹینکس (THINK TANKS) نے اسی لئے وہ پالیسی اپنا لی ہے جو ''تہذیبوں کا تصادم'' نامی کتاب میں اس کے مصنف نے دی تھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلم تہذیب واحد تہذیب ہے

جو امریکی (حالیہ مغربی) تہذیب کو ہضم کرنے سے گریزاں ہے اور مسلمانوں کا تاریخی ورثہ، تہذیب، اقدار، عقائد، قرآن مجید اور مذہبی رہنما مسلمانوں کی نئی نسلوں کو مغربی اقدار، سیکولر طرز زندگی اور کھانے پینے، سونے جاگنے، دیکھنے سننے، لباس اور اپنی خواہشات کی تکمیل کی بے لگام آزادی کے راستے کا بھاری پتھر ہیں۔ لہٰذا 'مسلم کشی' ہی اس صورت حال سے نمٹنے کا واحد حل ہے۔ مختلف انداز اور حیلوں بہانوں سے ایک دو ارب مسلمانوں کو قتل کرنا پڑے تو بھی مغربی اور ابلیسی ذہنیت کے مالک ان عالمی دماغوں کے نزدیک مغربی تہذیب کو بچانے کے لیے گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔

☆ چنانچہ 1998ء سے پہلے در پردہ اور ایجنسیز کے ذریعے اور 1998ء کے بعد علی الاعلان اور واضح پالیسیوں کے ساتھ عالمی طاقت امریکا (اپنے اتحادیوں سمیت) اور UNO (بے چاری کو سامنے کر کے) عالم اسلام (عراق، افغانستان، یمن، سوڈان وغیرہ) پر بالعموم اور پاکستان (اور سعودی عرب کے مقدس مقامات) پر بالخصوص اپنی دیرینہ مسیحی اُمنگ یعنی 'صلیبی جنگ' کا آغاز کر چکا ہے۔

1998ء سے 2010ء کے حالات کا اس نظر سے تجزیہ کریں گے تو آپ کو سارے عالمی حالات و واقعات و اقدامات اور میڈیا وار کے حملوں کے پس پردہ تمام رازوں سے پردہ اُٹھتا نظر آئے گا اور ہر چیز روز روشن کی طرح واضح، نمایاں اور CRYSTAL CLEAR نظر آ رہی ہوگی (بشرطیکہ انسان کسی NGO کا نمائندہ نہ ہو اور کسی عالمی ایجنسی کا اہل کار نہ ہو کہ ان بے چاروں کو تو PAY ہی اسی بات کا کیا جاتا ہے کہ اصل حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کریں، واضح حقائق کا انکار کریں، مرضی کے نتائج حاصل کرنے کے لیے ہر غیر اخلاقی کام کر گزریں اور ہر جھوٹ کا سہارا لیں۔ جبکہ دوسری طرف ہر باضمیر انسان غیر جانبدارانہ تجزیہ کر کے حالات کا یہی نتیجہ نکالے گا کہ یہ مغرب و مشرق کی جنگ ہے' سیکولرازم، لبرل ازم، خدا بیزار، خدا ناشناس نظریات (اور سوسائٹی) کی مذہب سے جنگ ہے' عالمی طاقتوں کی مسلمانوں سے جنگ ہے اور مسیحیت کی اسلام سے جنگ ہے یعنی تیرھویں صدی عیسوی سے جاری یورپی مسیحی ذہن کے مطابق آخری صلیبی جنگ ہے جس کا منشا اور ہدف پیغمبر اسلام ﷺ، قرآن مجید اور مسلمانوں کا خاتمہ ہے۔

ان سطور میں چونکہ برطانوی ہند کے مسلمانوں پر گزشتہ ایک صدی کے آخری عشرے 1998ء سے 2010ء تک کے حالات پر روشنی ڈالنا ہے۔ ماضی بعید کے واقعات و حالات کا تجزیہ قدرے آسان ہوتا ہے جبکہ حالات حاضرہ کا صحیح تجزیہ قدرے مشکل۔ گزرے حالات کے اچھے برے پہلو وقت کے ساتھ سامنے آ چکے ہوتے ہیں جبکہ جاری حالات کے اچھے بُرے نتائج ابھی ایسے نمایاں نہیں ہوئے ہوتے کہ عام آدمی بھی محسوس کر سکے۔ لہٰذا ـــــــــ اس مضمون کے مغز (ESSENCE) اور لب لباب کو صحیح صحیح سمجھنے کے لیے عالمی سطح پر جاری تین اور جنگوں جیسے منصوبوں کا ادراک بھی از حد ضروری ہے اور وہ یہ ہیں:

1۔ بنی اسرائیل (یہود) تاریخ انسانی کا ایک ایسا بگڑا ہوا گروہ ہے کہ پیغمبروں (علیہم السلام) کی اولاد اور اُمت ہونے کے باوجود ـــــــــ اپنے بعد کے پیغمبروں کا نہ صرف انکار کرتا رہا ہے بلکہ ان میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا یا ان کے قتل کے منصوبے بنا دیے۔ قرآن مجید اس بات کا گواہ ہے حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل (سولی) کا منصوبہ یہود نے بنایا (جیسا کہ انجیل برنباس کے مصنّف نے تفاصیل دی ہیں) اور حضرت محمد ﷺ کے قتل کے دو منصوبے اُنہوں نے بنائے، نیز جنگ بدر، جنگ اُحد اور جنگ خندق کے موقع پر کفار کو ابھار کر لانے والے اور اندرون مدینہ ساری LOGISTIC SUPPORT دینے والے یہی یہود تھے جو تین قبیلوں بنی قریظہ، بنی نضیر اور بنی قینقاع کے نام سے صدیوں سے وہاں آباد تھے۔

یہ گروہ حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع آسمانی کے اور ٹائٹس رومی (70ء) کے حملے کے بعد یروشلم سے آسمانی سزا کے طور پر دربدر ہوا اور سزا کے طور پر ہی ان کا قبلہ ان سے چھین کر ـــــــــ آنے والے نبی حضرت مسیح علیہ السلام کے پیروکاروں کو دے دیا گیا (یہی سنت اللہ ہے اور عقلی اور منطقی بات ہے)۔ بعد ازاں مسیحیوں کے تثلیث کا عقیدہ اختیار کرنے اور شرک میں بُری طرح ملوث ہونے کی وجہ سے حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کے بعد یہ بیت المقدس 637ء میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مبارک دور میں مسلمانوں کو مل گیا اور وہی اس کے اہل اور حق دار تھے اور ہیں بھی کہ آج مسلمان ہی وراثت انبیاء کرام علیہم السلام کے درحقیقت امین ہیں۔

آسمانی ہدایت کو جھٹلانے کے بعد بھی یہود اس بات کے مدعی ہیں کہ وہ انکار انبیاء اور

قتل انبیاء جیسے جرائم کے باوجود خدا کے چہیتے یعنی CHOSEN PEOPLE OF THE LORD ہیں اور اصل انسان ہیں باقی سارے انسان، انسانی شکل تو رکھتے ہیں دراصل حیوان (GOYEMS) ہیں یعنی آج دنیا کے سارے غیر یہودی انسان ــــــــــ اس ابلیسی گروہ کے نزدیک انسان ہی نہیں ہیں اور نہ ہی انسان کہلانے کے مستحق (یہ اسی منحوس سوچ اور خود ساختہ برتری کے احساس کا نتیجہ ہے جو اسرائیل فلسطین میں یروشلم کے مسلمان رہائشیوں کے ساتھ نا قابل بیان حد تک ظلم کر رہا ہے)۔

یہ گروہ ــــــــــ 70ء کے بعد دنیا میں منتشر ہو گیا اور انیس صدیاں در بدر نوحہ و گریہ کرتے گزار دیں تا آنکہ انہیں اُنیسویں صدی کے اواخر پر بنکوں کے نظام پر قبضہ، برطانوی بادشاہت پر پروٹسٹنٹ کے ذریعے مؤثر کنٹرول اور امریکی منصوبہ سازوں میں غالب نمائندگی کے نتیجے میں یہ احساس ہوا کہ وہ اب مشرق وسطی میں اپنے لئے وطن حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے اُنہوں نے جو اقدامات کئے وہ مختصراً درج ذیل ہیں:-

☆ ایک یہودی ڈاکٹر (عالم) ہرٹزر نے سوئزرلینڈ کے شہر BASEL میں 1897ء میں ایک عالمی یہودی کانفرنس بلائی جہاں ساری دنیا سے سو کے قریب یہودی نمائندے شریک ہوئے، اس کانفرس میں اُس نے یہودیوں کے لیے ایک وطن کے حصول کے امکانات کا جائزہ پیش کیا اور شرکاء کو قائل کر لیا کہ یہ کام کرنے کا ہے۔ دو تین سال مسلسل یہ کانفرنسیں ہوئیں تو اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک سوسالہ منصوبہ بنایا گیا اس منصوبہ کے ROADMAP میں یہودیوں کے لیے ایک وطن اسرائیل کے قیام کے لیے مختلف مراحل کی بجائے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے طریقہ کار، برطانوی یورپی اور امریکی اہلکاروں، پوپ، تاج برطانیہ اور رائے عامہ کو اپنے حق میں استعمال کرنے کے ہتھکنڈے اور بالعموم انسان کے سفلی جذبات کو ہوا دے کر 'حیوان' بنانے کے کام پر زور دیا گیا تھا۔ اس سارے منصوبہ کی کچھ تفصیلات "PROTOCOLS OF THE ELDERS OF THE ZIONS" کے نام سے ملتی ہیں اور پڑھی جا سکتی ہیں۔

☆ 1906ء میں اس یہودی کانگریس نے ایک نقشہ چھاپ دیا جس میں ایک اسرائیل

کے نام کے ملک کا فلسطین میں نقشہ پیش کر دیا گیا اور مزید برآں اس اسرائیل کے بعد وسیع تر اسرائیل(GREATER ISRAEL) کا منصوبہ بھی پیش کر دیا گیا۔

(یہ سوئے اتفاق ہے یا حسن اتفاق کہ دسمبر 1906ء میں ہی مسلم لیگ بنی اور اس نے برطانوی ہند کے مسلمانوں کے لئے اپنے حقوق کے لئے کام کرنے کا علیٰحدہ پلیٹ فارم مہیا کر دیا۔ جس کے طویل عرصے تک صدر سر آغا خان سوم رہے۔ سر آغا خان سوم اُن تین افراد کے وفد میں سے ایک تھے جو 1897ء کی یہودی عالمی کانفرنس میں شرکت کے لیے برطانوی ہند سے گئے تھے اس وقت ان کی عمر صرف اٹھارہ برس تھی اور وہ اس وفد کے سربراہ تھے۔)

☆ اسرائیل کے قیام کے لیے طے شدہ پروٹوکالز کے مطابق یہود نے شراب، بدکاری، بے حیائی، جوا، سٹہ، سینما، ہوٹلنگ غرض ہر غیر اخلاقی طریقے کو بھی استعمال کرنا اپنے لئے لازم کر لیا اور دنیا میں ابلیسیت کو فروغ دینے میں سب سے نمایاں کردار ادا کرنے والے بن گئے ہیں۔

☆ 1914ء۔1918ء میں پہلی جنگ عظیم ہوئی۔ یہ جنگ برطانیہ (اور اس کے اتحادی) بمقابلہ جرمنی لڑی گئی سلطنت عثمانیہ نے جرمنی کا ساتھ دیا، جرمنی نے شکست کھائی تو سلطنت عثمانیہ کو بھی سزا بھگتنا پڑی۔ 1917ء میں بالفور ڈیکلریشن ہوا جس کے ذریعے جنگ میں مشرق وسطی کی عثمانی سلطنت کے علاقے برطانیہ کو مل گئے اور فلسطین میں یہودیوں کو زمین خریدنے کی اجازت مل گئی چنانچہ اگلے 20 سالوں میں ارب پتی یہودی ساہوکاروں نے فلسطین کے REAL STATE کے کاروبار پر قبضہ کر لیا اور تمام اہم مارکیٹیں اور زرعی علاقے خرید لیے۔

☆ 1939ء۔1945ء میں دوسری جنگ عظیم چھیڑ دی گئی جرمنی اور برطانیہ پھر آمنے سامنے تھے اور پہلی جنگ عظیم کی طرح برطانیہ اور جرمنی کے پیچھے دونوں طرف رقم خرچ کرنے والے یہودی بنکار ہی تھے جو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے سرگرم تھے۔

☆ بیسویں صدی میں غالباً ہٹلر (جرمنی کا سربراہ) واحد شخص ہے جس نے یہودی عزائم کو سمجھا اور اپنی سلطنت کے لیے خطرہ سمجھتے ہوئے اُن سے نمٹا۔ یہودی دعوے کے مطابق 60 لاکھ یہودی ہٹلر نے بہیمانہ طریقے پر قتل کر دیے۔ اس واقعے کو یہودی HOLO-CAUST کہتے ہیں اور اپنے اوپر بڑا ظلم سمجھتے ہیں۔ 1945ء جنگ ختم ہوئی تو جرمنی اقتصادی طور پر تباہ ہو چکا تھا

معاہدے کے تحت جرمنی کو دو حصوں میں بانٹ دیا گیا اور مشرقی جرمنی اور مغربی جرمنی کے درمیان ایک دیوار (دیوار برلن) تعمیر کر دی گئی تا کہ جرمنی دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو سکے۔ برطانوی معیشت بھی تباہ ہو چکی تھی تاہم UNO قائم ہوئی۔ ورلڈ بنک، IMF بنے اور ان اداروں کے ذریعے امریکہ کو عالمی رہنمائی دے دی گئی۔

☆ آزادی کی تحریک کے نتیجے میں اگست 1947ء میں پاکستان بنا۔ مئی 1948ء میں اسرائیل کا قیام ایک معاہدے کے تحت سامنے آ گیا۔

☆ 1967ء اور 1973ء میں اسرائیل نے عربوں سے دو جنگیں لڑیں اور بہت سے عرب علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

☆ یہودیوں کے وسیع تر اسرائیل کے لیے دو منصوبے بڑے اہم تھے: ایک حضرت سلیمان علیہ السلام کا تعمیر کردہ عبادت خانہ ہیکل سلیمانی کی 'تعمیر نو'۔ جسے پہلے 567 ق م میں عراقی بادشاہ نمرود (بخت نصر) نے گرایا تھا دوبارہ تعمیر ہوا تو 70ء میں ٹائٹس رومی فاتح نے گرایا تھا جو اب تک انیس صدیوں سے گرا پڑا ہے۔ دوسرا منصوبہ آس پاس کے علاقوں کو زیر کر کے اسرائیلی حکومت کی توسیع اور عالمی معیشت پر قبضہ تھا۔

☆ 1998ء تک اس یہودی منصوبے کو سو سال پورے ہو گئے مگر یہ ہیکل سلیمانی تعمیر ہو سکا نہ وسیع تر اسرائیل وجود میں آ سکا۔ اس کے برعکس مسلم ملک پاکستان نے مئی 1998ء میں ایٹمی دھماکہ کر کے ایٹمی قوت ہونے کا اعلان کر دیا۔

یہ بڑے جانکاہ صدمے تھے جو اس یہودی ابلیسی گروہ کو لگے اور وہ مایوس (DESPERATE) ہو کر جیسے تیسے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے میدان میں کود پڑا اور اپنے سرپرستوں کو بھی مجبور کر دیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں اور اس ملک اسرائیل کی حفاظت کریں۔

2۔ عالمی صہیونی قوت کے زیر اثر پہلے برطانیہ اور اب امریکہ اپنے مذموم مقاصد کے لیے دنیا میں آسمانی وحی و ہدایت اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کو پس پردہ کرنے کا کام کر رہا ہے۔ چنانچہ سیکولر افکار، سیکولر تعلیم، سیکولر طرز حکومت، سیکولر معیشت، سیکولر معاشرت اور سیکولر تفریحی طور

طریقے عام کرنے کے لیے بے پناہ وسائل خرچ کیے گئے ہیں اوراس کے لیے بڑی مہارت سے منصوبہ سازی کی گئی ہے۔

تفصیل کا موقع نہیں ہے تاہم طرح طرح کے نظریات یونیورسٹیوں کے ذریعے عام کئے گئے اوران کے نفاذ کے لیے تجربات کیے گئے۔ان نظریات کے فروغ کے پس پردہ یہ بات مشترک ہے کہ یہ نظریات ایک عالمی مافیا (صہیونیت) کی ضرورت تھے تو عام ہوئے، تجربات ہوئے، سکالر، ڈاکٹرز نے مقالات لکھےاوران کےفوائد گنوائےمگر مافیا کو جب ضرورت نہ رہی تو یہی نظریات طاق نسیان ہوگئےان کے لیےکوئی آنسو بہانے والا بھی نظر نہ آیا۔

☆ جمہوریت،عوامی نمائندگی اوررائے عامہ بڑے خوش کن اصطلاحات ہیں۔گزشتہ تین چار صدیوں سے اُن کو عام کیا گیا اور عمل میں لایا گیا مگر یہی مغربی طاقتیں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے آمروں اور ڈکٹیٹروں کو لاتی رہیں،سپورٹ کرتی رہیں کیوں کہ اپنا مقصد اس طرح حاصل ہونا آسان تھا۔

جمہوریت اپنی اصلی شکل میں تو امریکہ میں بھی کبھی نہیں آئی۔ووٹوں کی خرید وفروخت، گنتی میں گھپلے،قتل، بوگس ووٹنگ، پھر ممبران پارلیمنٹ کو مراعات دے کر خریدنا اور کسی رائے کے حق میں ووٹ ڈلوانا یہ وہ ہتھکنڈے ہیں جو جمہوریت کے ثمرات ہیں اور مغربی ممالک سمیت دنیا میں عام ہیں۔علامہ اقبال نے ابلیس کی مجلس شوریٰ نامی نظم میں ابلیس سے یہی کہلوایا ہے:

ے ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر

عوام کی رائے یعنی رائے عامہ اور اکثریت کی رائے کا جمہوریت میں بڑا بنیادی ROLE ہے مگر نائن الیون کے بعد دنیا میں ملین مارچ ہوئے اور عوام نے کسی بات کے خلاف رائے دی مگر امریکہ کے مسلّط کردہ آمروں اور جمہوری سربراہوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ جب اپنا مقصد ہو تو جمہوریت اور جب نقصان ہو تو جمہوریت کو دور سے سلام۔۔اب تہذیبوں کا تصادم، دشمن کے وار کرنے سے پہلے اس کو تباہ کرنے کا نظریہ اور مکالمہ بین المذاہب کے نظریات ہیں۔ یہ بھی کچھ عرصے بعد اپنی اہمیت کھو دیں گے۔ بقول اقبال اصل دشمنی اسلام

سے ہے اور اس کو ختم کرنا مقصود ہے۔

☆ وطنیت (NATIONALISM) کا نظریہ بھی اس طرح کا ایک کھیل تھا، جب انیسویں صدی کے اواخر میں سلطنت عثمانیہ کو گراناتھا اور کمزور کرتا تھا تو علاقائی زبانوں، قوموں اور نسلوں کو شہ دی گئی اور بے بہار قوم خرچ کی گئیں کہ ہر زبان، نسل، قوم کے لیے علیحدہ وطن ضروری ہے جب لارنس آف عربیہ مشرق وسطی میں وطنیت کا زہر کھول رہا تھا تو یہ نظریہ مغرب کو پسند تھا۔ اب صرف نصف صدی بعد یورپی ممالک کو اکٹھا کر کے یورپی یونین بنا دی گئی۔ اس لیے کہ مقصد حاصل ہو چکا اب اپنا مفاد اسی میں ہے کہ یورپ اکٹھا ہو۔ یہ آثار (FOOT-PRINTS) عالمی سیاست میں ایک ایسے بت رحم مافیا کا پتہ دیتے ہیں جو صیہونی یہودی مافیا کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔

کبھی مغربی یونیورسٹیوں میں نیشنلزم کی خوبیاں بیان ہوتی تھیں ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں ملتی تھیں اور اب متحدہ یورپ اور ''یورو'' کے فوائد بیان کرنے پر شاباش ملتی ہے۔ ڈاکٹریٹ کی ایسی ڈگریوں کے حامل افراد عالمی مافیا کی زبان بولتے ہیں اور کٹھ پتلیوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

☆ مغربی صنعتی ترقی اور بنکوں کے ذریعے سودی نظام کے فروغ نے غریب اور امیر کی تقسیم میں خلیج حائل کر دی۔ غریب غریب تر اور امیر امیر تر ہونے لگا۔ ایک طرف غربت و افلاس اور دوسری طرف فائیو سٹار ہوٹل اور شاندار بنگلے اور محلات ہیں۔

اس سوچ کے کرب سے غریب بلبلا اُٹھا تو کارل مارکس کو کھڑا کیا گیا وہ ایک یہودی تھا۔ اس نے فلسفہ دیا، کوشش کی، DAS CAPITAL کتاب لکھی، اس کتاب کی تعریفیں ہوئیں ترجمے ہوئے تفسیریں لکھی گئیں، تحریکیں چلیں، نظمیں لکھی گئیں، شعراء نے اس فلسفہ کے گن گائے انعامات و اکرامات کی بارشیں ہوئیں، نوبل پرائز ملے انقلاب روس آ گیا چھا گیا۔ کارل مارکس کے جدلی مادیّت کے فلسفہ کے حق میں ہزاروں نہیں لاکھوں ادیب شاعر، نثر نگار، ناول نگار حضرات نے خامہ فرسائی کی اور اس کو انسانیت کے لیے رحمت اور مفید ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا پھر وہ انقلاب 1990ء میں دفن ہو گیا، USSR ختم ہو گیا۔ اس جدلی مادیّت کے فلسفے کا مقبرہ بن گیا مگر دنیا بھر میں ایک بھی ادیب شاعر، نثر نگار ایسا نہ اُٹھا اور نہ موجود ہے جو اس فلسفے کے حق میں بولنے والا ہو کہ وہ فلسفہ آج بھی قائم ہے اور جدلی مادیّت کے مطابق اب

روسی معاشرہ اگلے کسی مرحلے میں داخل ہو گیا۔

حقیقت کیا ہے؟ وہ اور ہے۔ جب تک عالمی صیہونی مافیا کو امریکہ کے مقابلے USSR کی ضرورت تھی وہ فلسفہ زندہ رکھا گیا جب ضرورت نہیں رہی اس کو منظر سے ہٹا دیا گیا۔ وہ لکھنے والے کرایے کے لکھنے والے تھے انہیں کوئی دوسرا جاب دے دیا گیا۔(اللہ اللہ خیر سلاّ)

☆ اسی طرح امن، حقوق، مذہبی آزادی، رائے عامہ کے الفاظ جب تک مغربی ضرورت ہوتو بڑے ضروری ہیں مگر جب ان کے خلاف جا رہے ہوں تو ان اصطلاحات کی پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں ہوتی۔

بیسویں صدی کے اختتام پر (1998ء میں) یہودی مافیا اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام ہو کر مایوس ہے اور وہ امریکہ، برطانیہ، یورپی طاقتوں، یواین او، آئی ایم ایف، ورلڈ بنک کے ذریعے BY HOOK OR BY CROOK نتائج حاصل کرنا چاہتا ہے۔اسی وجہ سے نائن الیون کا بہانہ بنا کر پہلے اکتوبر 2001ء میں ہیکل سلیمانی کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا اور پھر اکتوبر 2001ء میں ہی افغانستان پر چڑھائی کردی گئی پھر 2003ء میں عراق پر امریکی فوجیں حملہ آور ہو گئیں، سعودی عرب میں 1991ء سے 3 لاکھ کرائے کی امریکی فوج بیٹھی ہے پاکستان پر امریکی تزویراتی حملہ ہو چکا ہے ہمیں اس کا احساس نہیں۔

صیہونی مافیا کی کامیابی اس سے زیادہ اور کیا ہو گی کہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے وہ ساری مسیحی دنیا، مسیحی ممالک اور مسیحی وسائل کو جنگ میں جھونک چکا ہے۔ مقاصد اسرائیل اور صہیونیت کے پورے ہو رہے ہیں اور نام اس جنگ کا صلیبی جنگ ہے۔ مسیحی دنیا کو اسرائیلی ذہن کی طرف سے اس سے زیادہ بے وقوف بنانے کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ ہمارے حکمران بھی صلیبی جنگ میں امریکہ کو سہولتیں دے رہے ہیں جس سے ہمارے اپنے ہم وطن اور ہم مذہب مسلمان جان بحق ہو رہے ہیں مگر بیان یہ دیتے ہیں کہ یہ جنگ ہماری جنگ ہے۔ فیا اسفا (ہائے افسوس)

تہذیبی وثقافتی حملہ

تیسری طرف ترقی یافتہ مغرب نے تہذیبی اور ثقافتی سطح پر عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان پر حملہ کر رکھا ہے۔ دنیا میں انسانوں کی اکثریت نظریات وافکار کو پرکھ کر اختیار کرنے کی

بجائے مقتدر حلقوں اور اصحابِ ثروت کی تقلید کو ترجیح دیتی ہے۔ برطانوی ہند کے مسلمان دو صدیوں تک انگریز (برطانیہ) کے غلام رہے۔ بہت سے لوگ تو پہلے ہی برطانوی اور مغربی اقدار کے رسیا ہو چکے تھے۔ تاہم 1947ء کے بعد کی مزید مغربی ترقی، سفری سہولیات، علم کی فراوانی اور الیکٹرانک میڈیا نے اس میں تہلکہ مچا دیا ہے اور خبریں/معلومات مغرب سے مشرق کی طرف لمحوں میں پہنچ رہی ہیں پھر اس ترقی کے ساتھ یہودی مافیا کی بدنیتی اور اپنے سوسالہ پرانے اصولوں کے مطابق بے حیائی شراب اور بدکاری وعریانی کو دنیا میں فروغ دینے کا منصوبہ جاری ہے۔ ٹی وی، کیمرہ، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے یہ سارے کام آسان کر دیے ہیں اور 1998ء کے بعد مغرب نے بڑے اطمینان سے مشرق ومشرقی اقدار کے حامل ممالک کے سرخیل پاکستان، افغانستان پر حملہ کر دیا ہے۔ یہ دراصل تہذیبی اور ثقافتی حملہ ہے۔

اہل مغرب کی سائنسی ترقی کا تو کوئی انکار نہیں کہ اُنہوں نے ہر شعبہ زندگی میں انقلاب برپا کر دیا ہے مگر اس ترقی اور ان ایجادات سے مسلحّ ہو کر مغرب کا انسان جب فرصت اور آسودگی کے ساتھ رُکا اور فارغ وقت کے مشاغل اور کھیل کے میدان میں گیا تو اس نے اس سائنسی ترقی، جدیدیت(MODRENISM) اور سائنسی سوچ(SCIENTIFIC APPROACH) کا بہانہ بنا کر اپنے اخلاق اور کردار کا جنازہ نکال دیا مردوں اور عورتوں کو بے لباس کر دیا اور انسان کے اندر اخلاقی حِسّ کو بھی مختلف حیلوں بہانوں سے سرے سے ختم کر دیا۔

آج کی مغربی ترقی کے نتیجے میں ENTERTAINMENT کے نام پر جو بے حیائی، عریانی، بے غیرتی، فحاشی اور بے لباسی کا طوفان آیا ہوا ہے اس کی مختصر تاریخ سامنے رہے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ کل کا مغرب بھی آج کے مغرب کی طرح نہیں تھا بلکہ کسی غیبی ہاتھ نے مغربی انسان کو زبردستی بے حیائی اور عریانی کی طرف دھکیلا ہے۔ (''حقیقت علم نمبر'' میں ہم نے یہ تفصیل دی ہے جن حضرات کو اس سے دلچسپی ہو وہاں ملاحظہ کر سکتے ہیں)

آج کا پاکستان

اکیسویں صدی شروع ہونے تک اور اس کے بعد نہایت تیزی سے آج کے ترقی یافتہ NATO ممالک (امریکہ اور اس کے ہم مسلک و ہم مشرب) نے پاکستان پر غیر علانیہ ایک

کثیر الجہتی حملہ کر دیا ہے، جس کے کئی پہلو (DIMENSIONS) ہیں۔

☆ یہ حملہ مذہبی بھی ہے کیونکہ اس جنگ کا نام امریکہ کے صدر بش نے صلیبی جنگ رکھا تھا۔

☆ یہ حملہ تہذیبی و ثقافتی بھی ہے کہ بالا دست مغربی قوتیں اپنی چکا چوند ترقی کے جلو میں ہمیں اپنی تہذیب وتمدن اور کھیل کود کے طریقے بھی سکھانا چاہتے ہیں۔

☆ یہ حملہ نظریاتی بھی ہے کہ ہمیں مغربی سائنسی ایجادات اور ترقی کا ساتھ دینا چاہئے اور جامد مذہبی فرسودہ (سینکڑوں سال) پرانے اپنے نظریات کو ترک دینا چاہیے۔

☆ یہ حملہ فوجی بھی ہے کہ NATO ممالک نے اپنی فوجیں عراق، افغانستان کے ساتھ پاکستان میں اُتار رکھی ہیں۔

☆ یہ حملہ معاشی بھی ہے کہ امریکہ اپنے ایجنٹوں NGO's کے ذریعے ہمارے درمیان ڈالر تقسیم کر کے لوگوں کو خریدتا ہے اور کالا باغ جیسے قومی ISSUES پر بھی اتفاق رائے نہیں ہونے دیتا اور بجلی کے بحران میں نہ امریکہ مدد کرتا ہے نہ سستی بجلی پیدا کرنے (کوئلہ یا دریائے سندھ پر ڈیم بنانے) کی اجازت دیتا ہے۔ جبکہ قوم اندھیروں میں ڈوبی پڑی ہے۔

☆ یہ حملہ ہوائی (ڈرون حملے) بھی ہے اور زمینی بھی کہ بلیک واٹر نامی تنظیم اور NGO's کے نام پر ہزاروں امریکی اوران کے ایجنٹ پاکستان میں سرگرم عمل ہیں UNO کے اہل کار اور اس کے ذیلی اداروں کے اہل کار اور تنخواہ دار کنٹریکٹ ملازمین ایجنسیوں کے اہلکاروں سے اضافی ہیں۔

☆ یہ حملہ تعلیمی میدان میں بھی ہے کہ امداد کا لالی پاپ دکھا کر اصلاحات کے بہانے ہمارے سکولوں میں ایک غیر ملکی زبان انگریزی داخل کی جارہی ہے اور مذہبی معلومات اور مذہبی تصوّرات جیسے جہاد، پاکیزگی، شرم وحیاء، عفت وعصمت کو ختم کیا جارہا ہے حتیٰ کہ ان کو مغربی یونیورسٹیوں کے جدید تعلیم یافتہ علامہ اقبال کے نظریات بھی پسند نہیں، ان کو تعلیم کے شعبے سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر الگ کیا جارہا ہے اب تو سکولوں میں صبح کی اسمبلی میں بھی بچوں کی دُعا ''لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری'' پڑھنے کی اجازت نہیں ہے کہ یہ دہشت گردی پر مائل کرتی ہے اور امریکہ کو ناپسند ہے۔

☆ یہ حملہ سیاسی بھی ہے کہ امریکہ بہادر اور اس کے اتحادی ہمارے سیاسی معاملات میں

بہت زیادہ ملوّث ہیں اور حکومتوں کی اکھاڑ پچھاڑ اور نئے چہروں کو روشناس کرانے میں امریکی کارکردگی کو اور امریکی اہلکاروں کے سیاست دانوں سے ملاقاتوں کو بنیادی دخل ہوتا ہے۔

☆ یہ حملہ تکنیکی اور ٹیکنالوجی کے ذریعے بھی ہے کہ اب یہ بات عام ہے کہ امریکہ میں HAARP،(HIGH FREQUENCY ACTIVE AURAL RESEARCH PROGRAM) کے نام سے پینٹاگون میں پون صدی سے یہ کام شروع ہے تاکہ ساری دنیا میں اپنی برتری کو مضبوط کرنے کے لیے اس پہلو سے بھی دہشت پھیلا دی جائے۔ اس پروگرام کے تحت اپنی ٹیکنالوجی اور سائنسی معلومات (گوگل ارتھ، سیٹلائٹ معلومات وغیرہ) کے زور پر مصنوعی زلزلے، بارشیں، سیلاب، ہواؤں کا رُخ تبدیل کرنا جیسے کام اس میں شامل ہیں۔

مذہبی سکالر اور کچھ دیگر حضرات اس ضمن میں کچھ تحفظات رکھتے ہیں کہ یہ ساری مہم صرف پراپیگنڈا ہے اور عملاً ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ ہمیں ان سطور میں اس پر بحث کا آغاز نہیں کرنا مگر صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ احادیث کی کتابوں میں باب الفتن میں جہاں ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی دجال سے متعلق احادیث مذکور ہیں وہاں اس دجال کے کارناموں میں یہ بھی ذکر ہے کہ وہ جہاں چاہے گا بارش برسا دے گا اور جہاں چاہے گا خشک سالی پیدا کر دے گا۔ لہٰذا ـــــــ ہم اس بات کو حقیقی مان کر دراصل اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی تصدیق کر رہے ہیں اس لئے کہ یہ دور بہرحال فتنۂ دجال ہی کا دور ہے۔

☆ یہ حملہ میڈیا (الیکٹرانک اور پرنٹ) کا حملہ بھی ہے کہ پراپیگنڈا کا ایک سیلاب آیا ہوا ہے، امریکہ کے زرخرید ٹی وی اینکرز اور میڈیا کے کردار مختلف چینلز، ریڈیو اسٹیشنز ، ٹی وی اسٹیشنز وغیرہ کے ذریعے چوبیس گھنٹے زہر اگل رہے ہیں اور ہمارے نوجوانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اسلام، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ، قرآن، مسلمانوں، شعائر اسلام اور سنت رسول ﷺ غرض ہر نیکی کے کام پر تنقید ان کا شیوہ ہے اور ان کو اسی کی تنخواہ ملتی ہے۔ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبّت کرنے والے مخلص مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا میڈیا کے کارپردازوں کا مشغلہ ہے اور یہ شیطانی اور ابلیسی کام اب ان میں سے اکثر کی فطرت بن چکا ہے۔

☆ یہ حملہ سفارتی حملہ بھی ہے NATO ممالک کے سفیر اور بالخصوص امریکہ کا سفارتی عملہ سب کے سب پہلے بھی کسی سفارتی آداب اور اخلاق سے نابلد ہی تھے مگر 2001ء کے بعد تو ان کا رویہ ایسا ہی ہے جیسے وہ ہمارے حاکم ہیں بلکہ کبھی کبھی وہ خدائی لہجہ میں بات کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ دنیا فرعونوں، نمرودوں اور ابوجہلوں کے لہجے میں بولنے والے کے لیے عبرت کا گھر ہے۔آج جو سفیر کسی پاکستانی نامور شخصیت سے ملتا ہے۔ چند ہفتے یا چند ماہ بعد وہ شخصیت امریکہ میں کسی عہدہ پر فائز نظر آتی ہے۔ ملک میں کوئی منصب سنبھال لیتی ہے یا امریکہ کے حق میں کوئی زہرناک بیان جاری کر رہی ہوتی ہے۔ اہل نظر جان لیتے ہیں کہ یہ اسی سابقہ ملاقات میں دیے گئے بریف کیس کا نتیجہ ہے۔ اہل دل اسی اندرونِ ملک امریکی کارپردازوں کی چلت پھرت اور میل ملاقاتوں کو غالب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

مگس کو باغ میں جانے نہ دیجیو

کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

☆ یہ حملہ UNO کے ذریعے سے بھی ہے کہ پاکستان بھی بدقسمتی سے اس کا ایک ممبر ہے۔ پاکستان کا کوئی مسئلہ تو UNO آج تک حل نہیں کرا سکی مگر اس کے ذریعے پاکستان میں UNO کے وفود اور اہل کاروں کا آنا جانا کسی خطرے کی گھنٹی سے کم نہیں۔ مختلف فلاحی اور امدادی کاموں کے روپ میں یہ بھیڑیے سادہ لوح عوام کا گمراہ کرنے خریدنے، مخبر بنانے کے علاوہ کچھ نہیں کرتے۔

☆ یہ حملہ ایک جادوئی (MAGIC) حملہ بھی ہے کہ امریکہ (اور NATO ممالک) نے ہمارے حکمرانوں کو HYPTONIZE کر دیا ہے اور جادوئی انداز اختیار کر لیا ہے کہ ہمارا دشمن امریکہ ہمارا دوست بن کر ہماری ہی سرزمین استعمال کر کے، ہمارے ہی ائیر پورٹ اور رن وے استعمال کر کے، ہمارے ہاتھوں ہی لاجسٹک سپورٹ لے کر، ہمارے ہاتھوں سے سستا پٹرول / ڈیزل / ایویشن استعمال کر کے، ہمارے ہی بارڈر کے اندر ہمارے ہی شہریوں کو مار رہا ہے اور تباہ کر رہا ہے اور پوری قوم اور حکمران دیکھ رہے ہیں بلکہ ہمارے اخباری بیان یہ ہیں کہ یہ ہماری جنگ ہے اور امریکہ یہ کام ہمارے فائدے کے لیے کر رہا ہے۔ ایسا کام اور ایسا نظارہ تو خواب میں بھی

نظر آ جائے تو انسان جاگ جاتا ہے مگر نہ معلوم یہ جادوئی حملے کیسے ہیں کہ حکمران کسی طرح جاگنے یا انگڑائی لینے کا بھی نام نہیں لیتے۔

☆ یہ حملہ روایتی انداز کے ایک ہندو مسلم لڑائی کی طرح کا حملہ بھی ہے کہ ایک ہندو کسی مسلمان کے سینے پر چڑھ کر بیٹھا اس کو چاروں شانے چت کیے ہوئے تھا مگر رو بھی رہا ہے کسی نے پوچھا تو کہا کہ ابھی تو یہ مسلمان گرا پڑا ہے ابھی یہ اُٹھے گا تو مجھے بہت مارے گا امریکہ بھی ہمیں مار رہا ہے روزانہ درجنوں مسلمانوں کا خون ناحق ہماری سرزمین پر گر رہا ہے ہمارے پڑوسی ملک افغانستان میں سینکڑوں شہری روز ہلاک ہو رہے ہیں۔ صہیونی ذہن کو یہ معلوم ہے کہ انہیں حالات میں مسلم امت جاگے گی اور آئندہ آنے والا وقت اسلام کے عالمی غلبے کا ہے مغربی طاقتیں اس خوف سے کہ یہ امت جاگ گئی تو ہمیں بہت مارے گی ابھی سے اس مسلمان امت کو مستقبل کے فرضی خطرے سے ڈر کر مار رہے ہیں۔

میڈیا یہ خبریں دیتا ہے اور امریکہ اسے جان بوجھ کر پھیلاتا ہے کہ امریکہ بھاگ رہا ہے امریکہ شکست کھا رہا ہے۔ چھوٹی بات کو بڑا بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اس انداز جنگ میں ایک فائدہ حملہ آور کو یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے والوں کے دلوں میں حملہ آور کے لیے غاصب، ظالم، بے غیرت ہونے کے احساسات کی بجائے ہمدردی کے جذبات ابھرتے ہیں اور یہی امریکہ کو مطلوب ہے کہ مسلمان مار کھاتے جائیں اور ساتھ ساتھ خوش بھی رہیں۔

☆ یہ حملہ مسلمانانِ پاکستان کے آمنے سامنے کے مقابلے اور کسی واقعی دشمن سے لڑنے اور ہارنے جیتنے والی جنگ کی طرح نہیں ہے بلکہ اس حملے میں روز ہماری نیک نیتی پر شک اور DO MORE کے تقاضے ہیں اور سابقہ تعاون کے فوائد ہماری توہین (INSULT) کرتے ہوئے ہمارے روایتی دشمن بھارت کو دیے جاتے ہیں اور یوں ہمارے حکمرانوں کی ان کی وفاؤں کا صلہ آنسوؤں کو بہانے کے مواقع پیدا کر کے دیا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے نوائے وقت کے ایک مضمون میں ایک معزز کالم نگار نے صحیح فرمایا تھا کہ بدقسمتی سے امریکہ ایسی گائے ہے کہ جس کو چارہ ڈالنا ہماری (پاکستان کی) ذمہ داری ہے جب کہ دودھ نکالنے (فوائد حاصل کرنے) کی بھارت کی ـــــــــ ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

☆ یہ حملہ نفسیاتی بھی ہے اور اعصابی بھی کہ مسلمانوں کی 'انا' اور 'خودی' ختم کردی جائے۔

☆ یہ جنگ کیمیائی بھی ہے اور بیالوجیکل بھی۔ جہاں دشمن کے علاقوں میں مختلف مہلک کیمیائی مرکبات اور گیس چھوڑ دی جاتی ہیں پانی کی مین سپلائی (MAIN SUPPLY) میں زہر ملا دیا جاتا ہے یا مختلف بیماریوں کے جراثیم دشمن کے علاقوں میں پھیلا دیے جاتے ہیں جس سے دشن کی افواج اور سول علاقوں میں مختلف وبائیں پھوٹ پڑتی ہیں۔ اسی طرح مختلف طرح کے انسان دشمن بیکٹیریا دشمن کے علاقے میں پھیلائے جاتے ہیں۔

☆ یہ جنگ ایٹمی بھی کہ اس میں دشمن کے علاقوں میں زہریلے (RADIO-ACTIVE) مواد پھیلائے جاتے ہیں جس سے مختلف قسم کے سرطان اور انسانوں اور نوزائیدہ بچوں میں نامعلوم قسم کی DISABILITIES پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس قسم کے مہلک مواد کے اثرات کا نتیجہ بہت دیر میں پتہ چلتا ہے اور اس کے اثرات کئی نسلوں تک باقی رہتے ہیں۔

ہمارے عزیز ملک پاکستان پر اتنے ہمہ جہتی حملے اور تمام ممکنہ اطراف سے جارحانہ اقدام کے باوجود ــــــــ اگر پاکستان جیسا ترقی پذیر ملک دنیا کے نقشے پر موجود ہے تو ہمارے نزدیک ایک انہونی بات ہے اور کسی طرح معجزہ سے کم نہیں ہے۔ نظیری نے کیا خوب کہا ہے:

خلاف رسم دریں عہد ز خرقِ عادت داں
کہ کارہائے چنیں از شمار بوالعجبیست!

اور یہ صورت حال ہمارے قومی اور ملی جسد میں اسلامیّت کے جذبے، احیائے خلافت کی امنگ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کے کسی کم سے کم درجے کی ضرور نشاندہی کرتی ہے۔

پاکستان عالمی ابلیسی طاقتوں کے نرغے میں

1998ء سے پہلے سرد جنگ کے طور پر اور اس کے بعد گرم جنگ یا حقیقی جنگ کے انداز میں عالمی ابلیسی طاقتیں در پردہ بھی اور سامنے بھی عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان پر حملہ آور ہیں۔ یہ پاکستان ــــــــ برطانوی ہند کے مسلمانوں (جو اس وقت 24 کروڑ بنگلہ دیش، 20 کروڑ بھارت، 18 کروڑ پاکستان میں سری لنکا، مالدیپ اور افغانستان ملا کر 65 کروڑ کے

قریب تعداد بنتی ہے) کی گزشتہ ایک صدی کی امنگوں اور عزائم کا امین ہے اور علامہ اقبال کے خوابوں کی سرزمین ہے۔

ان سطور کا راقم نہ کوئی دفاعی ماہر ہے کہ فوجی اعداد وشمار اور زمینی حقائق سے اندازہ لگا کر بتائے کہ اس جنگ کا انجام کیا ہوگا؟ نہ ہی راقم السطور کا کوئی عمل دخل حکومتی حلقوں سے ہے کہ کوئی براہ راست معلومات اپنے قارئین کے سامنے رکھ سکے۔ ان سطور کے ذریعے صرف علامہ اقبال کے وژن (VISION) کے مطابق برطانوی ہند کے مسلمانوں کی مساعی اور اجتماعی احیائی عمل کے سفر میں 'حساب کم وبیش' کو سامنے لانا ہے کہ ہم اس سمت میں کتنا سفر طے کر چکے ہیں اور کتنا سفر باقی ہے۔

علامہ اقبال کا وژن (VISION)

علامہ اقبال نے اپنے کلام میں جگہ جگہ مسلمانوں کو جاگنے اور عمل کرنے کا مشورہ دیا ہے اور اس طرح ان کے شاندار مستقبل کی نوید سنائی ہے

ے نکل کر صحرا سے جس نے سلطنت روما کو الٹ دیا تھا
سنا ہے قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

یا...... جواب شکوہ میں فرمایا:

ے وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

ے تا خلافت کا بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

اس مقصد جلیلہ کے لیے انہوں نے مسلمان نوجوان کو جگایا، ابھارا، للکارا اور دشمنوں سے لڑ جانے کا سبق پڑھایا

ے محبت مجھے ان نوجوانوں سے ہے
ستاروں پر جو ڈالتے ہیں کمند

اور اپنی جد جہد کا مقصد بلند ترین یعنی رضائے الٰہی کا حصول' سامنے رکھنے کا درس دیا

ے در دشت جنوں من جبریلؑ زبوں صیدے
یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ

مسلمان قوم کو بے بضاعتی کے باوجود حوصلہ دیا، فرمایا

ے کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مؤمن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اس محکوم و مجبور امت مسلمہ اور جابر و مستبد برطانوی عالمی استعمار کو ع ''لڑا دے ممولے کو شہباز سے'' سے تشبیہ دے کر زبردست حوصلہ دیا ہے۔ مسلم نوجوان کو بطور خاص مخاطب فرمایا ہے

ے جوانوں کو مری آہ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے

پھر جوانوں کو سادگی کا درس دیا

ے ترے صوفے ہیں افرنگی ترے قالین ایرانی
لہو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

ے کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تونے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

نظم طلوع اسلام میں فرمایا:

ے عطا مؤمن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی ، ذہن ہندی ، نطق اعرابی

ے سبق پھر پڑھ صداقت کا' عدالت کا' شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اسلام کے آفاقی غلبے اور انسان کے روحانیت کی طرف سفر کی نسبت فرمایا

ے آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

؎ شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

اپنے 1930ء کے خطبہ صدارت میں فرمایا تھا:

''میں پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کو متحد ہو کر ایک واحد ریاست کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہوں جس کی اپنی حکومت ہو خواہ سلطنت برطانیہ کے تحت یا اس سے الگ۔ اور مجھے نظر آ رہا ہے کہ یہ متحدہ شمال مغربی ریاست کم از کم شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے تقدیر مبرم ہے۔''

علامہ اقبال نے مسلمان نوجوان کے نہ صرف جذبوں کی آبیاری کی بلکہ اعلیٰ ترین نصب العین، جدوجہد کا طریق کار، قرآن سے لگاؤ اور سیرت خاتم النّبیین حضرت محمد ﷺ پر عمل اور آپ سے 'عشق' کو سرمایہ حیات قرار دیا بلکہ اس راستے کی مشکلات وموانع اور دشمنوں کی چالوں کی گہری پہچان کے لیے 'ابلیس کی مجلس شوریٰ' نامی نظم سپرد قلم فرمائی، جس کے ذریعے برطانوی سامراج کے دورِ عروج میں سوئی ہوئی مسلم قوم کے لیے شاعری کی زبان میں مغربی ابلیسی اور صیہونی چالوں کا پردہ چاک کر کے رکھ دیا۔

اسلام کے انقلابی تصوّر کو واضح فرمایا کہ ابلیسی سوچ کے مطابق نہ کمیونزم ان کے لیے کوئی خطرہ ہے نہ انہیں جمہوریت سے خطرہ ہے نہ بادشاہت سے۔ خطرہ صرف اور صرف اسلام سے ہے۔ اسلام کے حرکی اور انقلابی تصوّر کے مطابق حیات اجتماعی کے سماجی معاشی اور سیاسی گوشوں میں اسلام کی تعلیمات کو واشگاف الفاظ میں، سلبی انداز میں' ابلیس کی زبان سے یوں کہلوایا (اس سے زیادہ واضح الفاظ میں اظہار مافی الضمیر دورِ غلامی میں ممکن نہ تھا)

؎ الحذر آئین پیغمبر سے سو بار الحذر
حافظِ ناموس زن' مردآزما' مرد آفریں

؎ اس سے بڑھ کر اور کیا فکر وعمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں' اللہ کی ہے یہ زمیں

؎ کرتا ہے مال ودولت کو ہر آلودگی سے پاک وصاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں

؎ موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لیے
نے کوئی فُغفُور و خاقاںؑ نے فقیرِ رہ نشیں

اسی نظم میں بزبان ابلیس علامہ اقبال نے پون صدی قبل چند خدشات ظاہر کیے تھے

؎ جانتا ہوں میں یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں

؎ چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقین!

؎ عصر حاضر کے تقاضوں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں

الحمدللہ کہ آج 2010ء میں یہ تینوں ابلیسی باتیں خدشات سے بڑھ کر حقیقت کا روپ دھار چکی ہیں اور قرآن مجید کا پڑھنا پڑھا اور حکمت دین کی تلاش پر مغرب و مشرق میں خاطر خواہ کام ہو رہا ہے، مسلمانوں میں بیداری، دین پر عمل اور جہادی جذبہ بیدار ہوا ہے اور مغربی طاقتوں کی اندھا دھند اسلام دشمنی کی وجہ سے ان کی خواہشات کے علی الرغم آج ـــــــ مغرب کے ایوانوں میں اسلام کو آشکارا کر رہی ہے اور صیہونی و ابلیسی کاوشوں کے برعکس اسلام ڈنکے کی چوٹ پھیل رہا ہے۔

حاصل کلام

1910ء۔2010ء کی ایک صدی برطانوی ہند کے مسلمانوں کے لیے کامیابیوں اور کامرانیوں کی صدی ہے اور علامہ اقبال کے وژن (VISION) اور نظام خلافت کے قیام کی منزل کی طرف چابک دستی سے پیش قدمی کی صدی ہے۔ قومی اور اجتماعی زندگی میں ایک صدی کوئی زیادہ لمبا عرصہ نہیں ہے پھر بحیثیت مسلمان پوری دنیا میں اور برطانوی ہند کے مسلمانوں کی امانت کے حامل مسلمانانِ پاکستان نے اسی ایک صدی میں مثالی سفر طے کیا ہے۔

جنوبی ایشیا کے انسانوں کا سرمایہ افتخار، رازکن فکاں اور وراثت انبیاء کی وارث مسلمان اُمت کا یہ ایک زندہ و بیدار حصہ ـــــــ میر عرب حضرت محمد ﷺ کے نام لیوا ـــــــ رحمت للعالمین کے نام کے فدائی و شیدائی ـــــــ خلافت انسانی کا پرچم تھامے گزشتہ ایک

صدی سے غلبہ اسلام کی جس پرخطر راہ پر ایک عجب انوکھی 'شانِ تجمّل' سے چلے ہیں ـــــــــ اس کا دنیا مشاہدہ کررہی ہے۔ آج عالم انسانیت میں انسانی اقدار کے احیاء اور فروغ کی خاطر ان 'دیوانوں' کی دیوانگی کی داستانیں چشم عالم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ترقی پذیر دنیا اور مقہور اقوام عالم کے اشیر بادتوان کے جلو میں ہے یقیناً یورپ وامریکہ کی بھی ہر باضمیر ماں، عفیف بیٹی، پاکدامن باپ اور بے چین فرزند آدم علیہ السلام اور حوا سلام علیہا کی ہر کسی بیٹی کی پتھرائی آنکھوں میں اُمید کی جھلک بھی یہی ـــــــــ شمال مغربی برطانوی ہند کے فاقہ کش مسلمان عوام ہیں۔

برطانوی ہند کے یہ فاقہ کش مسلمانوں کی غیرت دینی کا ہی مظہر ہے کہ تحریک پاکستان کے بعد سلطنت برطانیہ کے مقبوضات تسبیح کے دانوں کی طرح بکھر کر آزاد ہو گئے اور یہ سلطنت زوال سے دوچار ہوگئی۔

یہ سعادت بھی اسی گروہ کے حصے میں آئی کہ اللہ تعالیٰ کی خاص مدد سے USSR کا غرور خاک میں مل گیا۔ 1950ء کے عشرے میں USSR کا سربراہ خروشیف جس نے پہلے فضائی سیارہ کی خلائی مہم کی کامیاب واپسی پر کہا تھا کہ "ہم نے ساری فضا چھان ماری ہے ہمیں مسلمانوں کا خدا کہیں نظر نہیں آیا"۔ یہ سپر پاور صرف تیس سال بعد مٹھی بھر بے کس و ناتواں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست خوردہ ہو کر قصہٴ ماضی بن گیا اور ـــــــــ اب اکیسویں صدی کا معجزہ رونما ہو چکا ہے کہ کچھ 'دیوانے' اور نہتے مسلمانوں (جن کا سرمایہ سوزِ یقین اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے سوا کچھ نہیں ہے) کے ہاتھوں ترقی یافتہ ممالک کا اتحاد NATO اپنے سربراہ امریکہ سمیت ـــــــــ ابلیسی وشیطانی حمایت کے باوجود ـــــــــ شکست سے دوچار ہو چکا ہے۔

2007ء سے امریکہ کی معیشت اکھڑ چکی ہے اور 2008ء، 2009ء، 2010ء میں طوفانوں میں گھری کشتی کی طرح ہچکولے کھا رہی ہے اور اصلاح کی کوئی تدبیر کارگر ہوتی نظر نہیں آرہی۔

آج کی مغربی ترقی یافتہ دنیا ـــــــــ کے کرتوت ایسے ہی ہیں کہ اب اس تہذیب کو چھ صدیوں بعد فنا کے گھاٹ اُترنا ہی ہے۔ پاکستان افغانستان کے علاقے میں بربریّت اور ظلم کے دس سال مکمل کرنے پر اس سپر طاقت پر رعشہ طاری ہے بچاؤ کا راستہ ڈھونڈھ رہی ہے۔ فوجی

انخلا کے نام پر فرار کی راہ نکال لی ہے۔

گویا1910ء۔2010ء ایک سو سال کے اندر جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی بیداری سے یہ معجزہ رونما ہو گیا ہے کہ ـــــــــ برطانیہ، USSR اور امریکہ یکے بعد دیگرے تین مغربی عالمی سپر طاقتیں ان بے نوا فاقہ کش مسلمانوں سے ٹکرا کر شکست سے دوچار ہوئیں اور یہ ہزیمت ان کی شکست وریخت اور بالآخران کے فنا کے گھاٹ اترنے کا باعث بن گئی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

فوری تقابل کے لیے صرف یہ مثال سامنے رکھیں کہ 1897ء میں اسرائیل کے قیام کے منصوبے پر اتفاق سے لے کر 1997ء تک اسرائیل کو کیا حاصل ہوا جبکہ یہودی اس وقت بھی عالمی سطح پر معیشت کو کنٹرول کر رہے تھے اور بے شمار وسائل ان کی ملکیت تھے اور آج بھی ہیں مگر منصوبہ ناکام۔ ابھی بھی اسرائیل اپنے مقاصد کی طرف پیش رفت میں 'باؤلا' ہوا جا رہا ہے مگر حالات بتا رہے ہیں کہ اپنے منصوبوں میں ناکام ہی رہے گا اور یہی ناکامی کا داغ دل میں لئے راہی ملک عدم ہو جائے گا اور ہمیں بڑی خوشی ہوگی جب اپنے برادر ملک ایران کے صدر کی یہ خواہش پوری ہو جائے گی کہ اسرائیل کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

پاکستان اور برطانوی ہند کے مسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں مثبت پیش رفت کا ہونا ایک یقینی اور اٹل معاملہ ہے۔ تقدیر مبرم کے اس راز کے آشکار ہونے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس میں مزید کتنی دیر ہے یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔

پاکستان کا مستقبل ــــــ نظام خلافت

ایک محکوم ومجبور ومقہور قوم کا دشمنوں کے نرغہ میں رہتے ہوئے اتنی زبردست پیش رفت کرنا ہمارے لئے خوش قسمتی ہے۔ آئندہ 'شکوہ' نظم کے سو سال مکمل ہونے پر (1911ء۔2011ء) خلافت اسلامی کا قیام پاکستان کا مقدر بنتا ہے یا 'جواب شکوہ' کے صد سالہ (1913ء۔2013ء) نوروز کے موقع پر یہ امر اللہ بہتر جانتا ہے۔ 1917ء میں خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے آغاز سے مغرب میں ڈوبا ہوا خلافت کا یہ سورج پھر ایک صدی بعد (2017ء میں) مشرق سے ابھرتا ہے یا 1924ء میں کمال اتاترک کے مسلم قانون کا خاتمہ کر کے رومن لا اور اسلامی خلافت کے نظام کی جگہ جمہوریت کی دلخراش یادوں کے سو سال مکمل ہونے پر۔ یا دسمبر 1930ء کے خطبہ الٰہ آباد میں

علامہ اقبال کے برطانوی ہند کے مسلمانوں کے لیے دوقومی نظریہ کی بنیاد پر علیحدہ وطن کی تجویز کی صدسالہ تقریبات کے موقع پر یہ معجزہ رونما ہوتا ہے یہ راز اب جلد آشکارا ہوا چاہتا ہے۔ واللہ اعلم یہ مستقبل کی بات ہے۔ حالات جہاں پہنچ چکے ہیں یہ اس بات کی جھلک ہے کہ ملک پاکستان کے حالات عالمی طاقتوں کے ہاتھوں مستقبل کی ایک ''سپر پاور'' بننے والے ملک کے طور پر MAKE-UP اور GROOMING کے مراحل سے گزر رہے ہیں۔ ان شاءاللہ علامہ اقبال کے وژن اور اُمت مسلمہ کی امنگ کے مطابق وہ منزل آ کر رہے گی؛ اس لئے مسلمانانِ پاکستان کو ازسرنو آ گاہ و بیدار کرنے کی ضرورت ہے

؎ اُٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

دنیا سوشلزم، کیمونزم، جمہوریت، سرمایہ داری اور مادر پدر آزادی کے مہلک تجربات سے گزر چکی ہے اور اب فاطر فطرت کے فطرت انسانی کے عین مطابق عفت وعصمت، شرم وحیاء، پاکیزگی و پاکدامنی والا نظام جس میں عدل اجتماعی ہو انسانی مساوات ہو۔ رنگ، نسل، زبان، علاقہ اور جنس کی بنیاد پر انسانیت میں تفرقہ نہ ہو۔ کوئی بھوکا نہ سوئے اور کسی کی بیٹی کی عزت نہ لٹے۔ یہ مشرق ومغرب کے ہر باضمیر انسان کی آرزو ہے اور یہی اس دھرتی کا مقدر ہے۔ اس نظام کے رائج ہوئے اور اپنی برکات دکھائے بغیر END OF HISTORY ایک واہمہ اور دیوانے کے خواب اور خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس ملک پاکستان کو مسلمانان ہند کی اجتماعی امنگ کا مصداق بنادے اور خلافت کا جو سورج 1917ء میں مغرب میں گہنا کر غروب ہوا تھا اسے دوبارہ مشرق سے ایک صدی بعد طلوع فرمادے۔ آمین

؎ جہاں میں اہل ایماں بصورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے

حصّہ دوم

I

1857ء کی جنگ آزادی

برطانوی ہند کی اس جنگ کے تین فریق

برطانوی استعمار، ہندو، مسلمان

قرآن کے قانونِ عروج وزوال کی روشنی میں

II

مفکرِ پاکستان حضرت علامہ اقبال

کے نام مصنف کا ایک خط

1857ء کی جنگ آزادی

برطانوی ہند کی

اس جنگ کے

تین فریق

(برطانوی استعمار، ہندو، مسلمان)

قرآن کے قانونِ عروج وزوال کی روشنی میں

1857ء کی جنگ آزادی

مغربی برطانوی استعمار پہلے تجارتی کمپنی (E.I.C) کے نام سے آیا تھا اور آہستہ آہستہ اسلحہ جمع کر کے 1753ء میں بنگال پر قابض ہوگیا۔ پھر مسلمانوں سے آہستہ آہستہ مزید علاقے چھیننا شروع کیے۔ ہندوؤں نے درپردہ انگریزوں کی مدد کی اور ان سے تجارتی روابط بھی بڑھائے ٹیپو سلطان کی شہادت (1799ء) کے بعد جلد ہی 1803ء میں انگریز دہلی آپہنچا اور مغلیہ سلطنت کے معاملات میں دخل دینے لگا۔ دوسری طرف ملک کے طول وعرض میں علاقائی راجوں، مہاراجوں اور مسلم طاقتوں کو بھی مرکز سے علیحدگی اختیار کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا رہا۔ جس سے مغلیہ سلطنت خود بخود کمزور ہوتی چلی گئی۔

1857ء سے قبل مسلمان اہل علم اور زعماء کو احساس ہوا کہ انگریز کس طرح غاصبانہ قبضہ میں اضافہ کرتا جا رہا ہے۔ اس کے خلاف اجتماعی آواز اُٹھی۔ ہندو کو آزادی سے غرض نہیں تھی چند استثنائی مثالوں کے علاوہ ہندوؤں نے بڑھ کر ساتھ نہیں دیا۔ مسلمانوں نے عَلَم بغاوت بلند کیا کچھ کامیابیاں ہوئیں۔ مگر ہندوؤں کی مخبری اور انگریز کا ساتھ دینے کی وجہ سے مہم جنگ آزادی ناکام ہوگئی۔ جس کے بعد انگریز نے مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے۔ جگہ جگہ عدالتیں لگیں درختوں پر پھانسی گھاٹ بنے اور بے شمار مسلمان مجاہدوں (ACTIVIST) کو موت کی سزا ہوئی یا کالا پانی (برما) بھیج دیا گیا۔

مقدمات چلے جائیدایں ضبط ہوئیں بے شمار لوگ روپوش ہوگئے ملک چھوڑ گئے وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہندو کا نام اس فہرست میں نہیں آیا کہ اس نے اس آزادی کی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف سامراج اور غاصب استعمار کا ساتھ دیا تھا اور مسلمانوں سے بدلہ لینے کا موقع سمجھ کر مراعات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں 1857ء کے بعد نصف صدی تک کوئی قابل ذکر لیڈر پیدا نہیں ہوسکا اس لیے کہ 18 سال سے اوپر کے تمام قابل ذکر مسلمان ختم کر دیے گئے تھے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد مغل حکمران بہادر شاہ ظفر کو بھی رنگون بھیج دیا گیا اور انگریز نے ملک پر بالفعل قبضہ کر لیا اور اپنی حکومت قائم کر لی۔

جنوبی ایشیا میں گنگا، جمنا اور سندھ کے میدانی علاقے دنیا کے تہذیبی اور تمدنی ارتقاء میں نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ آج سے چار ہزار سال قبل انسان دریاؤں اور چشموں کے پاس ہی آباد تھے اور زندگی کے وسائل نہایت ہی محدود بھی اور کمیاب بھی تھے، تاریخ انسانی میں کئی تہذیبیں اٹھیں، پھلی پھولیں، عظمت کے پھریرے گاڑے اور بالآخر فنا کے گھاٹ اتر گئیں۔ علامہ اقبال نے اسی حقیقت کو یوں بیان کیا تھا۔

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر اُمم کیا ہے؟
شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

فاتحین، شہنشاہوں اور مطلق العنان حکمرانوں کے جبر اور ظلم کے تحت زندگی گزارنے والے معاشروں کو چھوڑ کر تاریخ انسانی پر نگاہ رکھنے والا ہر آدمی جانتا ہے کہ وہ نظریہ یا خیال پھیلتا ہے اور جغرافیائی سرحدوں کی پرواہ کیے بغیر علاقوں اور اقوام کو مسخّر کرتا چلا جاتا ہے جو انسانی فلاح اور کامرانی اور عدل و انصاف کا علمبردار ہوتا ہے، وہ قومیں جو ایسی اقدار کو لے کر اٹھتی ہیں وہ چھا جاتی ہیں اور دوسری قومیں اور تہذیبیں جو ان اخلاق عالیہ سے عاری ہوتی ہیں یا بے عملی کا شکار ہوتی ہیں وہ محکوم ہو جاتی ہیں اور غلام بنالی جاتی ہیں۔

جنوبی ایشیا میں اسلام آیا اور چھا گیا۔ کیا جب غوری اور غزنوی نے حملے کیے اور سلطنتیں قائم کیں تو مقامی لوگوں کے کسی نے ہاتھ باندھ دیے تھے؟ یقیناً نہیں! بلکہ ان کی محکومی میں، ان کے نظریات کی کمزوری اور اجتماعی سوچ کی کمی کے ساتھ ساتھ مقامی حکمرانوں کے ظلم اور ناانصافی کا بڑا عمل دخل تھا۔ یہ ایسے عالمگیر اصول ہیں کہ خود مسلمان بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ جب تک

مسلمانوں میں یہ اعلیٰ اصول رہے اللہ تعالی نے حکومت، عزت اور وقار دیے رکھا اور جب یہ اعلیٰ اصول نہ رہے تو سابقہ محکوم قوموں نے ہی اٹھ کر حاکموں کو زیر کرلیا۔ تاریخ انسانی ایسی حیران کن مثالوں سے بھری پڑی ہے تاہم اس سے شاذ و نادر ہی کوئی سبق حاصل کرتا ہے۔

جنوبی ایشیا میں مسلمانوں نے کئی صدیاں اقلیّت میں ہونے کے باوجود حکمرانی میں گزاریں ہیں اور مجموعی طور پر اعلی اقدار، رواداری، عدل و انصاف اور انسانی احترام کو فروغ دیا ہے۔ اٹھارویں صدی کے آغاز پر اورنگ زیب عالمگیر کی وفات پر تو گویا مسلمانوں کی عظمت کا مینار یکا یک زمین بوس ہوگیا اور تیزی سے زوال کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے، جگہ جگہ خانہ جنگی اور باہمی چپقلش کے مناظر سامنے آئے اور محکوم قوموں نے بھی انگڑائی لی اور بجا طور پر موقع سے فائدہ اٹھایا اور سپین کی طرح مسلمانوں ہی سے عدل و انصاف اور مساوات کے اعلیٰ اصول سیکھ کر مسلمانوں کے زوال پر ان اصولوں کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ مسلمان امت عروج سے زوال کی طرف تیزی سے بڑھ رہی تھی اور ہندو زوال سے عروج کی طرف قدم بڑھا رہا تھا اور مسلمانوں سے ایک طرح کا انتقام لینا چاہتا تھا کہ مسلمانوں کی اجتماعی اور عالمگیر قوت ارادی نے احمد شاہ ابدالی کے ذریعے ہندو مرہٹہ قوت کو پاش پاش کر دیا۔ لیکن مسلمانوں میں اجتماعی قوت اور ضمیر اتنا منظّم اور بیدار نہیں تھا کہ وہ ہندوستان پر قابض رہ سکتا۔

اسی دوران یورپ میں یہی عمل چار صدیوں کے فرق سے منطقی انتہا تک پہنچ چکا تھا اور مسلمانوں کو مغلوب کرلیا گیا تھا اور عیسائی دنیا یورپ میں مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر کے انہیں سے حاصل علم و آگہی اور سائنسی اکتشافات کے سہارے یورپی صلیبی استعمار سارے عالم پر قبضہ کے خواب دیکھ رہا تھا کہ برطانوی سامراج کو بنگال میں پاؤں جمانے کا موقع مل گیا۔ برطانوی سامراج کا تصادم زیادہ تر مسلمانوں سے رہا شاید یہ وجہ تھی کہ پہلے مسلمان ہی حکمران تھے۔ ہندوؤں نے اکثر و بیشتر مسلمانوں کے خلاف برطانوی سامراج ہی کا ساتھ دیا ہندوؤں کے لئے انگریزوں کی غلامی کوئی نئی اور انوکھی چیز نہ تھی بلکہ نئے حکمرانوں اور CHANGE OF MASTERS کا معاملہ تھا۔ چنانچہ جنگ پلاسی (1753ء) اور جنگ میسور سلطان ٹیپو کی شہادت (1799ء) سے لے کر 1857ء کی جنگ آزادی تک غالب اکثریت میں

مسلمان ہی اٹھتے مقابلہ کرتے مرتے اور پھانسیوں پر لٹکائے جاتے نظر آتے ہیں اور غاصب برطانوی سامراج کے خلاف ہندوؤں کو کالے پانی بھیجے جانے یا تختہ دار پر لٹکائے جانے کی سعادت بہت کم نصیب ہوسکی۔ جو ہندو کی اٹوٹ اور روایتی نفسیات کا مظہر ہے۔

بطور جملہ معترضہ یہ بات بھی سامنے آجائے تو مضائقہ نہیں کہ وہی ظلم و جبر اور دار و رسن کی داستان جو برطانوی سامراج نے 1857ء کے بعد صرف جنوبی ایشیا کے مرکز دہلی کے آس پاس رقم کی تھی وہی داستان آج امریکہ اپنے اتحادیوں کے ساتھ عالمی سطح پر عراق، دارفور، افغانستان اور تیمور یہ میں رقم کر رہا ہے، تختہ ستم اس وقت بھی مسلمان تھے اور آج بھی مسلمان ہی ہیں مسلمانوں کا قصور ہی ایسا ہے کہ نا قابل معافی ہے۔ دوسری اقوام عالم بالخصوص ہندو اس وقت بھی مفادات کا پجاری تھا اور آج بھی بدرجہ اتم مفادات کا غلام ہے۔

1857ء کے مسلم کُش دور کے بعد جب حالات ذرا پرسکون ہوئے اور برطانوی سامراج نے قدم جما لیے تو مسلمانوں کے لئے ایک اور کڑی آزمائش کا وقت آ گیا۔ مسلمان امت جنوبی ایشیا میں دو مختلف دھاروں میں بٹ گئی۔ دیو بند اور علی گڑھ زمینی طور پر زیادہ دور نہیں (صرف ساٹھ کلومیٹر ہیں) تاہم وہاں سے دو علمی تحریکوں نے جنم لیا اور یوں ہر آنے والے دن نے مسلمانوں کے درمیان ظاہری تقسیم کے اثرات بہت گہرے کر دیے اور مسلمان قوت اور ذہن منقسم ہو کر رہ گیا جبکہ ہندو منظّم ہونے کے ساتھ دیگر غیر مسلم اقوام کو ساتھ ملا کر مسلمانوں کے مقابلے پر اتر آیا۔

1867ء سے 1947ء تک کی جدوجہد میں مسلمانوں کے یہ دو دھارے بڑے نمایاں رہے اگرچہ مسلمانوں کے ایک (اہم اور قیادت کے حامل) دینی طبقہ نے کانگریس کا ساتھ دیا تاہم عوام الناس نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ آخری سالوں میں علماء کا ایک طبقہ بھی مسلم لیگ کے ساتھ آ ملا تاہم مجموعی طور پر مسلمان قوت منقسم رہی اور اس کا فائدہ خواہی نخواہی ہندو نے ہی اٹھایا۔ اس جدوجہد کے نتیجے میں 1947ء میں برطانیہ بوریا بستر گول کر کے ہندوستان سے چلا گیا اور جنوبی ایشیا میں بھارت اور پاکستان کے نام سے دو سلطنتیں یا ریاستیں وجود میں آ گئیں۔

مسلمانوں نے 1857ء سے 1947ء تک کا سفر ایک نئے تجربے اور غلامی کے ساتھ طے کیا۔ مزید برآں انگریز کی طرف سے ظلم و ستم کا نشانہ بھی بنے رہے جبکہ ہندو پہلے سے ہی بیدار

اور آمادہ عمل تھا۔ وہ تنظیمی، تعلیمی اور معاشی بیداری میں مسلمانوں سے آگے تھا اسی کا نتیجہ ہے کہ 1947ء کی آزادی کے بعد مسلمانوں اور ہندوؤں کی اگرچہ دو ریاستیں تو معرض وجود میں آ گئیں تھیں تاہم ان ریاستوں کے معاملات اور اس کے استحکام کے لئے قوم کی تیاری کے اعتبار سے دونوں ملکوں کی لیڈر شپ میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

پاکستان بننے کے بعد تبادلہ آبادی کا معاملہ آیا اور بلا لحاظ مسلم لیگ اور کانگریس وہ مسلمان بھی ہجرت کر کے پاکستان آئے جنہوں نے بظاہر کانگریس کا ساتھ دیا تھا لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے دونوں طبقات کے لوگ موجودہ ملک پاکستان میں جمع ہو گئے تھے۔

تاریخ عالم گواہ ہے کہ کوئی گروہ، قوم یا اجتماعیت اٹھتی ہے اور محنت کرتی ہے تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہوتا ہے اور یہی اس کی خواہش اور مطمع نظر ہوتا ہے کہ اس کی کسی خاص علاقے میں حکومت قائم ہو جہاں وہ اپنے مخصوص نظریات کے مطابق زندگی گزارنے کے قابل ہو سکے اور دنیا کو اپنے نظریات کے ثمرات سے آگاہ کر سکے۔

مذکورہ تین صدیوں کے دوران اس کی مثال سکھ مت کی ہے سکھ مت ہندو ذہن کی پیداوار ہے اور مسلمانوں اور اسلام کے غلبہ کے خلاف پہلا ردّعمل یہی سکھ مذہب تھا اور دیگر غیر ہندو نظریات کی طرح ہندوؤں نے اسلام کے مقابلے میں بھی ایک ہندو مسلم نظریات کا ایک ہندو ایڈیشن نکالا تا کہ ہند کے عوام کو مسلمان ہونے سے روکا جا سکے اور اسی کو پروان چڑھا کر مسلمانوں ہی کے مدمقابل کر دیا۔ جس نے محنت کر کے پنجاب کے ایک بڑے حصے بشمول سرحدی علاقہ جات میں حکومت قائم کی اور اپنی مرضی کے مطابق ملک چلایا۔ مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا، مساجد کی کیا بے حرمتی کی یہ الگ داستاں ہے۔ شاہی مسجد سکھ دور 1789ء تا 1846ء میں گھوڑوں کا اصطبل تھا، اس پورے دور حکومت میں نماز کی پابندی، اذان کی پابندی (سوائے ایک چھوٹی سی مسجد کے) قرآن لے کر چلنے پر پابندی تھی اور مسلمانوں کے دیگر مذہبی رسومات پر بھی پابندی کا قانون تھا۔

اسی طرح کی ایک مسلمانوں کا وہ حصہ جو جنگ آزاد کے وارثان یعنی تحریک دیوبند کے زیر اثر آیا اور یوں انہیں ORTHODOX MUSLIM (قدامت پرست) مسلمان کہیں یا

راسخ العقیدہ مسلمان بہر حال انہوں نے خلوص اور کوشش کے نتیجے میں شمالی مغربی علاقوں میں اپنا اثر ورسوخ دکھایا اور افغانستان میں طالبان کے نام سے حکومت قائم کر دی اس حکومت کے جلد منظر سے ہٹ جانے کا سبب اور کمزوریاں بالکل الگ موضوع ہے۔

جبکہ مسلمانوں کے دوسرے حصے کا سفر سرسید احمد خان مرحوم کے علی گڑھ سے شروع ہوا اور جدید تعلیمی نظریات کے زیر اثر سکولوں کالجوں سے ہوتا ہوا مغربی افکار ونظریات کے زیر اثر چلا گیا۔ اسلام اور اسلامی تعلیمات سے اس طبقہ کا تعلق صرف بچپن میں ہی قرآن پاک ناظرہ پڑھ لینا یا نماز اور تلاوت کی کسی حد تک پابندی رہ گیا۔ یہ اثر بھی ایک صدی پہلے زیادہ تھا اب اوسطاً کم ہوتا جارہا ہے۔

اس طبقہ میں سب سے بڑی شخصیت علامہ اقبال کی تھی جنہوں نے اس طبقہ کو مغربی گمراہ کن افکار ونظریات میں بہ جانے کی بجائے قرآن مجید اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیا اور شاعری میں پیغام دیا، مسلمانوں کی زبوں حالی پر مرثیے کہے اور مسلمانوں کو جگایا تا آنکہ مسلمانانِ ہند مسلم لیگ کے پرچم تلے قائداعظم محمد علی جناح کی زیر قیادت پاکستان حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے مگر اس تحریک کی کم عمری اور اغیار کی سازشوں کی وجہ سے یہ مملکت خداداد پاکستان کو ایک مثالی جمہوری اسلامی فلاحی مملکت میں نہیں ڈھال سکے جس کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا تھا۔ ابھی یہ سفر جاری ہے اللہ تعالیٰ اس ملک پاکستان کی حفاظت فرمائے اور اسے اُس منزل سے ہمکنار کر دے جس کے لئے یہ حاصل کیا گیا تھا۔ امین

مسلمانان پاکستان کی اسی کوتاہی کا ثمر ہے کہ پاکستان کے بارے میں عالمی سطح کے تجزیوں میں کبھی کہا جاتا ہے کہ پاکستان ہنوز اپنے تشخص کی تلاش میں ہے (IN SEARCH OF IDENTITY) گویا یہ بات بھی نگاہوں سے اوجھل ہے کہ پاکستان کیوں بنایا تھا۔ یا کبھی کہا جاتا ہے کہ پاکستان ایک ناکام ریاست ہے (FAILED STATE) یا پاکستان کا وجود خطرے میں ہے حصے بخرے ہوجائیں گے۔ خاکم بدہن یہ حقیقت ہے کہ آدھا پاکستان 71ء میں ہم سے الگ ہو چکا۔

تاہم مسلمانوں کی بظاہر اس جدو جہد کی عمر ابھی ایک صدی ہے لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ اگر

ہمارے اندر خلوص تھا اور خلوص ہے تو ان شاء اللہ اگلے 50-40 سال میں (گویا پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے سو سال بعد) یہاں ایک اسلامی جمہوری فلاحی ریاست کا آغاز ہوگا جو ٹھوس اور مثبت بنیادوں پر قائم ہوگی اور پھر ہر دوسرے نافع نظریہ کی طرح نوع انسانی کے دل کی آواز بن کر عالمی ریاست کا روپ دھار لے گی یہ بات مستقبل کا مورخ ہی طے کرے گا۔

ذرا زیادہ گہرائی میں جائیں! مسلمانان ہندو پاک کی احیائی و تجدیدی مساعی کی تاریخ ایک لحاظ سے گزشتہ چار صدیوں پر محیط ہے اور حضرت شیخ احمد سرہندیؒ، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، اورنگزیب عالمگیرؒ اور شاہ ولی اللہؒ، تحریک شہیدین اور شہدائے جنگ آزادی کے علاوہ حضرت شیخ محمود حسنؒ اور علامہ اقبال دیگر رہنماؤں کے اسمائے گرامی لیے جاسکتے ہیں۔ اس جدوجہد میں اسلام کو سمجھنے اور اس کو عصر حاضر میں پیش کرنے کے اعتبار سے دو دھارے علیحدہ علیحدہ کام کرتے نظر آتے ہیں۔

ایک دھارا روایتی علماء، دور بنو امیہ اور دور بنو عباس کے دور کے نظریات اور فقہ اسلامی کی من و عن تقلید اور علم ھندسہ اور علم ہیئت کے سابقہ اصولوں اور نظریات کے مطابق قرآن و حدیث کی تشریحات اور فلسفہ معاشرت و تمدن کا حامل نظر آتا ہے۔ ان کے نزدیک نفاذِ اسلام کا مطلب حدود اللہ کا قیام اور نظام صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا قیام ہی اسلام کے غلبہ اور اظہار دین کے مترادف ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری، تحریک شہیدین، تحریک آزادی ہند میں جمعیت علماء ہند کا نقطۂ نظر اور عصر حاضر میں طالبان کی حکومت کا قیام اسی سوچ کا مظہر ہے اور گویا اس سوچ کے حاملین کے خلوص و اخلاص کا ثمر ہے کہ وہ ایک عارضی ریاست کے قیام پر منتج ہوا ہے۔ اسی سوچ کے حامل قدیم علماء کی مساعی کا ایک دوسرا مظہر عالم عرب میں شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی حکومت میں شرکت کے اصول کے تحت کامیابی ہے جس میں اسلام کی کچھ حدود کا نفاذ ہے اور شرک و بدعت کا خاتمہ ہے۔

ان چار صدیوں کی جدوجہد کا دوسرا دھارا اس جدوجہد کے ساتھ ساتھ مرج البحرین کی سی شان سے چلتا آ رہا ہے اور اوپر درج شدہ عظیم مجددین ملت کی انتھک مساعی میں ہی اسلام کی روح اور قرون اولیٰ (پہلی صدی ہجری تک، جس کی فضیلت خود لسان رسالت علی صاحبہ والصلوٰۃ والسلام

سے بیان ہوئی ہے) کی شان دار روایت خالص عربی ثقافت اور شان صحابہ کرامؓ کا مظہر رہی ہے۔ گویا قیام پاکستان کی جدوجہد کی تاریخ بھی چار صدیوں پر محیط ہے اور جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے اسی دوسرے دھارے کی جدوجہد میں بھی اکابرین ملت اور مجدّ دین امّت کی کاوشوں کو فیصلہ کن عامل کہا جاسکتا ہے۔

چنانچہ پاکستان کی جدوجہد میں مجددالف ثانیؒ کی تجدیدی شان۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا اطاعت واتباع رسول کے جذبے کا احیاء۔

اورنگ زیب عالمگیر کی اسلامی قانون کی تدوین وتنفیذ اور حضرت عمرؓ کی سادگی اور زورحیدری کا رنگ۔

شاہ ولی اللہؒ کی وسعت نگاہ اور عمرانی اور سیاسی مسائل پر توجہ۔

فتح علی سلطان ٹیپو کی استقامت۔

سرسیّد احمد خان کی ملت اسلامیہ کے لئے بے قراری۔

شیخ محمود حسن کی علی گڑھ تشریف آوری سے اس دھارے میں اسلامی رنگ کا ظہور۔

تحریک خلافت کی امانت۔

علامہ اقبال کا مغربی سائنسی ترقی کو ایمان کی تفسیر اور قرآن کے عین مطابق قرار دینا، ملی اور دینی جذبات کی آبیاری اور اسلام کے عالمی غلبے کی نوید۔

جوہر برادران کا ملّی جذبہ۔

قائداعظم کی ژرف نگاہی اور دوقومی نظریہ کی بےلوث وکالت۔

مولانا شبیر احمد عثمانی اور ظفر احمد عثمانی کا خلوص واخلاص اور اکابرین وقائدین ملت، صوفیائے عظام پاک وہند کی شب کی آہوں اور سحری کے آنسوؤں اور ملت اسلامیہ کے گمنام مردو خواتین شہداء کے خون کی لالی شامل ہے جس کے نتیجہ میں پاکستان کی مملکت خداداد معرض وجود میں آئی اور یقیناً ؏ روح شرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی

کی طرح آج پاکستان اپنی 'روح' اور شناخت، نظام عدل وقسط، اسلامی سیاسی سماجی معاشی عدل کے اصولوں پر ہر قسم کے استحصال سے پاک معاشرے کی تدوین اور تعمیر کے لئے شکست وریخت

کے عمل سے گزر رہا ہے اور چونکہ اس میں مسلمانوں کے دوسرے دھارے کے تصور اسلام سے چونکہ فکری بُعد اور کہیں تعبیراتی اختلافات کا مسئلہ درپیش ہے اس لئے نئی تعمیر کیلئے پرانے تصورات کی ویرانی اور صفائی اس میں کہیں کہیں روایتی علماء اور فکری وارثان تحریک پاکستان میں ٹکراؤ کی شکل پیدا ہو جاتی ہے جو ان شاء اللہ عارضی اور مبنی بر غلط ہونے فہمی کی وجہ سے جلد رفع ہو جائے گی۔

اسی جدوجہد کا منطقی نتیجہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت للعالمینی کا ظہور اور انسانیت کے لئے کامل مساوات، معاشی عدل اور سیاسی جبر سے پاک معاشرے کا قیام اور غیر مسلموں کے مکمل تحفظ کی گارنٹی یعنی جدید عالمی اسلامی جمہوری مثالی فلاحی ریاست کا قیام ناگزیر ہے جو دنیا کے تمام ذہین عناصر اور فہیم طبقات کو مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچ لے گی اور وہ دن مسلمانوں کی نہیں اولادِ آدم اور انسانیت کی فتح کا دن ہوگا۔

جنوبی ایشیا میں گزشتہ تین صدیوں میں برطانوی سامراج کی آمد اور اس سے آزادی کا دوسرا فریق ہندو تھا جو شہنشاہ اکبر (مرتد) کے دور سے بھی دو صدیاں پہلے بیدار ہو چکا تھا اور کئی نشیب و فراز گزار کر 1947ء تک پورے طور پر ایک منظّم قوم کی حیثیت اختیار کر گیا تا آنکہ آزادی کے وقت ہندو ملک سنبھالنے کے پوری طرح اہل تھے۔

آیئے دیکھتے ہیں دیگر اقوام کی طرح جب ہندو کو اقتدار ملا اور آزادی کے ساتھ اکثریت بھی اور بیداری بھی تو اس نے اپنے ملک کو اپنے نظریات کے مطابق ایک ریاست بنانے کا مقصد کیسے اور کہاں تک حاصل کیا۔

مثالی ہندو جمہوری فلاحی ریاست

مثالی ہندو جمہوری فلاحی ریاست پر کچھ شواہد سامنے لانے سے پہلے ایک بنیادی بات پیش نظر رکھنا ضروری ہے ورنہ اکثر شدید خلط مبحث واقع ہو جاتا ہے اور گوہر مقصود ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ وہ اہم بات یہ ہے کہ ہندومت یا دیگر مذاہب عالم (ماسوائے اسلام) کے پاس مذہبی تعلیمات کا جو بھی کچھ مواد تحریری زبانی یا روایات کی شکل میں موجود ہے اس کے مطابق انسانی زندگی کے انفرادی گوشوں کو کسی حد تک رہنمائی ملتی ہے اور کم از کم اس حد تک دوسرے مذاہب سے

تقابل اور EVALUATION کے لئے پیش بھی کیا جاسکتا ہے۔ تاہم ان مذاہب میں انسانی معاشرہ کے اجتماعی گوشوں ازقسم معاشرتی یا سماجی، اقتصادی یا معاشی اور سیاسی یا ریاستی پہلوؤں پر بہت کم رہنمائی میسرّ ہے۔ یہ صورتحال ان مذاہب کے اکابرین کو بھی معلوم ہے لہٰذا (اسلام کے سوا) تمام مذاہب نے اس معاملے میں ایک متفقہ لائحہ عمل (UNDERSTANDING) یہ طے کرلیا ہے کہ اجتماعی گوشوں میں اپنی مذہب کی رہنمائی کے فقدان کو اسی بات سے پورا کرلیا جائے کہ یہ گوشے SECULAR بنیادوں پر چلائے جائیں اور ان میں مذہب اور آسمانی ہدایت یا وحی یعنی REVEALED KNOWLEDGE کے عمل دخل کو آہستہ آہستہ مفقود کردیا جائے تاکہ انسانی مزاج ہی SECUALR اور 'لادین' قسم کا بن جائے جس میں دین کا عنصر نہ ہونے کے ساتھ دین بیزاری اور دین سے فرار کا پہلو غالب رہے۔ اس معاملے میں غیرمسلم دنیا تقریباً متفق ہے اوراس پر CONSENSUS رکھتی ہے کہ مذہب یا RELIGION کو ایک انفرادی فعل اور خدا اور بندے کا PRIVATE AFFAIR بنادیا جائے اوراس طرح کی ریاست کو عالمی سطح پرآشیرباد بھی حاصل ہواور باہمی تعاون بھی، اس لئے کہ اس طرح کی ریاست اپنے تمام تر مذہبی رنگ (RELIGIUS TOUCH) کے باوجود اپنے اندازحکمرانی میں ایک جیسی ہوں گی اس قسم کی حکومت کو SECULAR کا نام دیا گیا ہے۔ اور یوں شعوری یا غیرشعوری طور پراور بالارادہ اسلام کے عالمی اجتماعی نظام عدل قسط کے خلاف ایک WELL-PLANNED راستہ بنایا گیا ہے تاکہ اسلام اور دوسرے الفاظ میں اسلام کے عدل اجتماعی کا راستہ روکا جاسکے اور حکمرانوں کی لوٹ کھسوٹ کے ساتھ وسائل اور حکومتوں پر ناجائز قبضہ قائم ودائم رہے۔

اس پس منظر میں ہندو نقطہ نظر سے عہد اکبری سے آج تک جو اجتماعی کامیابیاں حاصل کی گئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

انفرادی اور مذہبی گوشے میں عقائد (DOGMAS) وعبادات (MODES OF WORSHIP) اور مذہبی رسومات (RITUALS) سے دیکھیں تو ہندو نقطہ نظر آج کل کوئی

ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے بلکہ انٹرنیٹ پر میسر ہونے کی وجہ سے ہر شخص کی دسترس میں ہے اس پر کوئی علمی تنقید یا بحث اس مضمون کا موضوع نہیں ہے تاہم چند اہم تاثرات جو اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں وہ ضرور پیش خدمت ہیں۔

☆ بیوہ عورتوں کے ستی ہونے (شوہر کے ساتھ اپنے آپ کو زندہ جلا لینے) کی رسم۔

☆ غیر ہندو اقلیتوں پر حملے اور اس کے مذہبی معاملات میں مداخلت۔

(i) عیسائیوں کے ساتھ غیر انسانی رویہ اور ان کا قتل۔

(ii) مسلمانوں کے ساتھ فسادات کا معاملہ اور مسلمانوں کی نسل کُشی کے منصوبے، عبادت گاہوں بالخصوص بابری مسجد وغیرہ کی بے حرمتی۔ بمبئی اور احمد آباد کے فسادات وغیرہ مسلمان کی مسجد حیدر آباد پر حملہ۔

☆ مسلمانوں کے لئے مذہبی جبر، ملازمتوں کاروبار فوج عدلیہ میں 20% آبادی ہونے کے باوجود مسلمانوں کی نہ ہونے کے برابر نمائندگی، سکولوں میں مسلمانوں کو زبردستی ہندو تہوار اور رسوم ادا کرنے پر مجبور کرنا، ہندو انتہا پسند تنظیموں کا نعرہ مسلمانوں کے دو استھان پاکستان یا قبرستان وغیرہ وغیرہ۔

اجتماعی معاملات میں بھارت کے 60 سال کی جدوجہد کے تناظر میں حصول مقصد کی طرف جو اقدامات ہوئے اس کا ایک خلاصہ پیش خدمت ہے جس سے اہل علم ودانشور حضرات آئندہ چند دہائیوں کا نقشہ خود نگاہوں کے سامنے لا سکتے ہیں۔

کامیابیاں

☆ 1947ء کے بعد آئین کی تیاری اور منظوری۔

☆ جاگیرداری کا کسی حد تک خاتمہ۔

☆ سیکولر سٹیٹ کا اعلان اور اقلیتوں کو حقوق دینے کا وعدہ۔

☆ جمہوریت کا قیام اور تسلسل۔

☆ حکومتی اداروں کا قیام اور ان کا باہمی اشتراک کے ساتھ کام کرنا۔

☆ جمہوری اقدار کی پرداخت ونگہداشت اور سیاسی استحکام۔

☆ معاشی ترقی اور I.T شعبے میں مغرب کا مقابلہ۔

نا کامیاں

☆ قیام ملک کے ساتھ ہی پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے والی ریاست حیدرآباد پر قبضہ اور استحصال۔

☆ پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے والی ریاست جونا گڑھ پر ناجائز قبضہ اور استحصال۔

☆ UNO میں وعدے کے باوجود کشمیریوں کو حق خودارادیت نہ دینا۔

☆ اقلیتوں کے ناک میں دم کر دینا خصوصاً مسلمانوں پر ظلم وستم اور مختلف حیلوں بہانوں سے ان کے کاروبار تباہ کرتے رہنا۔

☆ ہندوانتہاپسند تنظیموں کا فروغ اور مسلمانوں پر حملے۔

☆ مسلمانوں کے حقوق، کاروبار، شہری آزادیوں کا بری طرح تعطل۔

☆ سرکاری ملازمتوں اور کارپوریشنوں میں مسلمانوں کی ملازمتیں نہ دینے کا معاملہ۔

☆ پڑوسیوں بالخصوص پاکستان کے ساتھ جارحانہ رویہ اور پاکستان کو دل سے تسلیم نہ کرنا۔

☆ مشرقی پاکستان کو عالمی مشن کے ذریعے بنگلہ دیش بنانے میں بنیادی کردار ادا کرنا۔

☆ معاشی بدحالی اور کسانوں کی خودکشیوں کی طویل فہرست۔

☆ عورت کا استحصال۔ ☆ تعلیم کا فقدان۔

☆ مراعات اور سہولتوں کا اعلیٰ طبقات تک محدود ہونا۔ اور ملک میں سرمایہ دارانہ نظام کا فروغ اور غلبہ۔

☆ ذات پات کی تمیز اور مساوات انسانی کا مذاق۔

☆ انسانی حقوق کی دھجیاں بکھیر دینا اور غیر ہندو اقلیتوں کو ہندو بنانے کا منصوبہ۔

☆ ملک کی 40% آبادی کا خط غربت (POVERTY LINE) سے نیچے زندگی بسر کرنا۔

☆ پڑوسیوں کے معاملات میں مداخلت۔ سری لنکا، نیپال، بھوٹان اور پاکستان سب سے کشیدہ حالات اور ان کو مسلسل دباؤ میں رکھنا۔

☆ علاقے میں کسی بڑے دشمن کے سامنے نہ ہونے کے باوجود ایٹمی ہتھیاروں میں پہل کرنا اوراس کے انبار لگا دینا جبکہ عوام بنیادی حقوق تک سے محروم ہوں۔

نتیجتاً یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ:

بھارت بے شمار کامیابیوں کے باوجود ایک جمہوری ریاست سہی ایک فلاحی ریاست کا ابھی نام بھی لینے کی پوزیشن میں نہیں اور غریب عوام کے لئے ملکی وسائل کا کوئی حصہ نہیں بلکہ سارے وسائل صرف اعلیٰ طبقات کی لوٹ کھسوٹ کا میدان ہے۔

بھارت کی طرف سے ممکنہ دفاع میں صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس طویل اجتماعی نشاۃ ثانیہ کے لئے ساٹھ سال کا عرصہ کم ہے اور آئندہ دہائیوں میں یہ کام مکمل ہوجائے گا۔

_______ لہٰذا یہ بات نوشتہ دیوار ہے کہ قوموں اور تہذیبوں کا قانونِ عروج وزوال اٹل حقیقت ہے اوراس سے مسلمان، ہندو، یورپی اورامریکی حکومتیں بھی مستثنیٰ نہیں ہیں کہ عصر حاضر میں جو اجتماعیت اپنے عوام کو اجتماعی عدل وانصاف، مساوات اور اظہار رائے کی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا احساس فراہم نہیں کرسکتی وہ جلد یا بدیر مایوسیوں کے گہرے بادل چھوڑ کر صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہیں۔ یہ دنیا MIGHT IS RIGHT کے اصول کے تحت ایک A MINUTE MINORITY کے ہاتھوں میں کھلونا ہے اور وہی اس کے وسائل پر قابض ہیں اور عدل وانصاف اور آزادی مساوات کے دشمن ہیں اس لئے ایسی حکومتوں کو برداشت نہیں کرسکتے جو ان اعلیٰ اقدار کی علمبردار ہوں۔ تاہم کسی حکومت کا ان اعلیٰ اجتماعی اقدار کے قیام کے لئے جدوجہد اور مسلسل محنت کے بعد کامیابی سے ہمکنار ہونا اوراس کا ایک قابل ذکر عرصے تک باقی رہ جانا یہ بالکل دوسری بات ہے اور بالکل جدوجہد ہی نہ کرنا اوراس کا کوئی عندیہ اور ایجنڈا اور نقشہ ہی اہل علم ودانشور حضرات کے سامنے نہ ہونا یہ ناکامی کا ہی دوسرا نام ہے۔

بھارت نے بھی اگر آئندہ تین چار دہائیوں میں اپنے ملک کے باسیوں کو ان اعلیٰ اجتماعی اقدار کے حوالے سے اپنے ہندو غریب محنت کش عوام اور بالخصوص اقلیتوں کے احساس محرومی کا بھرپور ازالہ نہ کیا تو خود ہندوؤں کی آئندہ نسلیں اس بات سے اتفاق کریں گی کہ ہندو

مذہب کے پاس انسانی فلاح کا کوئی پروگرام نہیں ہے اورعوام میں تو مایوسی ہی مایوسی کا سایہ رہے گا ELITE طبقہ کسی دوسرے قابل عمل اور انسانی حقوق کے ضامن JUST POLITICO-SOCIO-ECONOMIC SYSTEM اور عدل و مساوات کے علمبردار مذہب اور دین کی طرف چل کھڑے ہوں گے اور تاریخ برعظیم پاک و ہند ایک نیا موڑ لے رہی ہوگی۔ ہو بہو ایسا ہی موڑ ہندوستان کے باسیوں نے غوری وغزنوی کے دور میں بھی مقامی ہم مذہب راجاؤں کے ظلم وستم سے نجات کے لئے لیا تھا اور کہیں تاریخ گھوم کر دوبارہ اسی مقام کی طرف نہ آجائے۔ اس وقت یہ کام عوامی سطح پر ہوا تھا اور اب شاید یہ کام ملک کے تعلیم یافتہ مراعات یافتہ اور ELITE طبقہ یعنی برہمن کے اجتماعی اسلام پر منتج ہو کہ ع انقلابِ دوراں ہم نے یوں بھی دیکھے ہیں

تاہم ـــــــ یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ دنیا میں انسان کی طرح انسانوں کی اجتماعیت یعنی قوموں، نسلوں، حکومتوں، نظریات اور تہذیبوں کی بھی ایک زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ مواقع ہر قوم کو دیتا ہے عروج ہوتا ہے حکومت بن جاتی ہے کسی خاص خطہ زمین میں اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر انہیں لوگوں کی دوسری تیسری نسل میں ایسے لوگ سامنے آتے ہیں جو ظلم، ناانصافی، لوٹ کھسوٹ، نسلی لسانی اور مذہبی امتیاز روا رکھتے ہیں اور نتیجتاً صفحہ ہستی سے مٹ جاتے ہیں۔ یہ اصول خالق کائنات کا اتنا اٹل اصول ہے کہ اس سے کافر اور غیر مسلم تو کیا کوئی مسلم معاشرہ اور اجتماعیت بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔

اسی دنیا میں قومیں اور تہذیبیں کچھ انسان دوست اصول اور محنت و دیانت کا جذبہ لے کر اٹھتی ہیں اور بے اصول، کمزور، ظالم اور انسانی تحقیر اور امتیازات کے حامل معاشروں کو بہا کر لے جاتی ہیں مگر صدی دو صدی بعد وہ خود ایسے ہی خود غرضانہ طرزِ عمل کا مظاہر کرتی ہیں اور کسی اور بااصول اور نوخیز اجتماعیت یا تہذیب کے ہاتھوں فنا ہو جاتی ہیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی بااصول دیانت اور امانت پسند اجتماعیت اپنے قدم جمانے کی فکر کرتی ہے مگر گردوپیش کے ظالم معاشرے اور غالب تہذیبیں ایسی نوزائیدہ خیر و برکت والی اجتماعیت کو اپنے لئے 'موت کا پیغام' سمجھ کر اس کو نیست و نابود کر دیتے ہیں۔

مستقبل کے حالات تو اللہ تعالیٰ اور خالق کائنات ہی بہتر جانتے ہیں یا کسی قدر وہ

اہل علم جانتے ہیں جن کی عقابی نگاہیں حالات کو اس اعلیٰ مقام سے دیکھ رہی ہیں۔ تاہم یہ بات علی الاعلان کہی جاسکتی ہے کہ اگر پاکستان اور اہل پاکستان کا وہ طبقہ جو جنگ آزادی کے بعد جدید تعلیم سے روشناس ہوا اور قدیم و جدید اسلامی رنگ کا حامل ہے اور اس کی جدوجہد علامہ اقبال، ابوالکلام آزاد سے گزر کر مسلم لیگ کے ذریعے سے قیام پاکستان پر منتج ہوئی تھی اگر قیام پاکستان کے مشن کو سینے سے لگا کر اور بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے اسلامی ذہن کو لے کر آگے چلتا ہے اور ایک مثالی اسلامی جمہوری فلاحی ریاست بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے' جس کی طرف صرف ایک اشارہ کافی ہے۔ فرمایا مصور پاکستان علامہ اقبال نے

I WOULD LIKE TO SEE THE PUNJAB. THE NORTH-WEST FRONTIER PROVINCE, SINDH AND BALUCHISTAN AMALGAMATED INTO A SINGLE STATE. SELF-GOVERNMENT WITHIN THE BRITISH EMPIRE OR WITHOUT THE BRITISH EMPIRE, THE FORMATION OF A CONSOLIDATED NORTH WEST-INDIAN MUSLIM STATE APPEARS TO ME TO BE THE FINAL DESTINY OF THE MUSLIMS, AT LEAST OF NORTH-WEST INDIA."

''میں پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کو متحد ہو کر ایک واحد ریاست کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہوں، جس کی اپنی حکومت ہو خواہ سلطنت برطانیہ کے تحت یا اس سے الگ اور مجھے نظر آ رہا ہے کہ یہ متحدہ شمال مغربی مسلم ریاست کم از کم شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے تقدیر مبرم ہے۔''

"I THEREFORE DEMAND THE FORMATION OF A CONSOLIDATED MUSLIM STATE IN THE BEST INTERESTS OF INDIA AND ISLAM."

''لہٰذا میں ہندوستان اور اسلام کے بہترین مفاد میں ایک الگ مسلم ریاست کے بنانے کا مطالبہ کرتا ہوں۔''

"FOR ISLAM (IT WILL BE) AN OPPORTUNITY TO RID

ITSELF OF THE STAMP THAT ARABIAN IMPERIALISM WAS FORCED TO GIVE IT, TO MOBILIZE ITS LAWS, ITS EDUCATION, ITS CULTURE AND TO BRING THEM INTO CLOSER CONTACT WITH ITS OWN ORIGINAL SPIRIT AND WIGH THE SPIRIT OF THE MODERN TIMES."

''اسلام کے لئے یہ ایک موقع ہوگا کہ عرب ملوکیت کے تحت اس پر جو پردے پڑ گئے تھے ان سے چھٹکارا حاصل کر سکے اور اپنے قوانین، تعلیمات اور ثقافت کو اپنی اصل روح کے ساتھ روحِ عصر سے ہم آہنگ کر سکے۔''

اور فرمایا بانی پاکستان محمد علی جناح نے

GOD HAS GIVEN AN OPPORTUNITY TO BE ARCHITECTS OF A NEW NATION AND LET IT NOT SAID WE DID NOT PROVE EQUAL TO THE TASK.(KARACHI 11 OCTOBER 1947)

مفہوم: ''خالق کائنات نے ہمیں ایک نئے ملک، ایک نئی تہذیب، ایک نئی قوم کی تعمیر کا موقع فراہم کیا ہے اور ہمیں اس کے لئے اپنا فرض ادا کرنا چاہئے کہیں مستقبل کا مؤرخ یہ لکھنے پر مجبور نہ ہو کہ ہم اس کام کے اہل ثابت نہ ہوئے''

اور دنیا کو اعلیٰ حکومتی لیول پر حریت، آزادی مساوات اور کفالت عامّہ کے تصورات کا چلتا پھرتا نمونہ پیش کر دیتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس وقت ساری دنیا اس کی طرف متوجہ نہ ہو جائے۔

اوپر درج کردہ تمام گزارشات میں براہ راست تذکرہ ہندو اور مسلم تہذیبوں اور سوچ کا ہے جبکہ ان تین صدیوں پر پھیلی ہوئی جدوجہد کا ایک تیسرا فریق بھی تھا اور وہ تھا 'یورپی مسیحی استعمار' جس کا نمائندہ برطانیہ تھا اور جو پہلے تجارتی انداز میں ایک تجارتی کمپنی ایسٹ انڈیا کمپنی (E.I.C) کے نام سے آیا اور پھر برطانوی شہنشاہیت کے زیرِ سایہ ملک کو فتح کر لیا۔

اس ملک برطانیہ اور اس کے عالمی مسیحی استعمار پر گزشتہ تین صدیوں میں کیا گزری وہ بھی دنیا کے اصول عروج و زوال سے مستثنیٰ نہیں ہے اس برطانیہ کا مختصر تذکرہ بھی قارئین کے لئے

دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

☆ اٹھارویں صدی میں برطانیہ (اور دیگر یورپی اقوام) تمام دنیا پر بحری قبضہ کر چکی تھیں اور بہت سے علاقوں پر در پردہ بری قبضہ کا آغاز بھی ہوگیا تھا۔

☆ یورپی مسیحی استعمار جو صہیونیت کے اشاروں پر چل رہا تھا اس کا یہ عالمی حکومت کا بنانا اور ہماری دنیا پر قبضہ کس طرح ہوا اس کا تذکرہ سیموئیل پی ہنٹنگٹن نے CLASH OF CIVILIZATION نامی کتاب میں کیا ہے جس کا اقتباس پیش خدمت ہے:

''............1500ء سے 1750ء کے درمیانی عرصے میں پہلی عالمی سلطنت کو قائم کرنے میں مغرب والوں کی کامیابی کا دار ومدار ان کی جنگی استعداد میں اضافہ تھا، جس کو فوجی انقلاب کا نام دیا گیا ہے۔ مغرب نے دنیا کو اپنے نظریات یا اقتدار یا مذہب کی وجہ سے فتح نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس وجہ سے فتح کیا کہ منظّم تشدد کرنے میں اس کو برتری حاصل تھی۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو مغرب کے لوگ تو بھول جاتے ہیں لیکن غیر مغربی لوگ فراموش نہیں کر سکتے............''

☆ انیسویں صدی عیسوی میں علمی ترقی، نئی ایجادات اور جنگی صلاحیت کے جلو میں وہ ہندوستان اور عثمانی سلطنت کے ساتھ ساتھ ساری دنیا پر عملاً قابض ہو چکا تھا۔ کہیں فرانسیسی اور ولندیزی تھے بھی تو ان کی سوچ اور تہذیب ایک ہی تھی۔

☆ بیسویں صدی کے آغاز میں برطانیہ کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا تاہم پہلی جنگ عظیم 18-1914 اور دوسری جنگ عظیم 45-1939 کے بعد برطانیہ کی قسمت کا ستارہ ڈوبنا شروع ہوا اور عالمی استعمار کی باگ دوڑ ظاہراً امریکہ اور در پردہ UNO، IMF اور WB کے ہاتھوں میں چلی گئی۔

☆ مسیحی یورپی استعمار چونکہ نادیدہ قوتوں کے زیر اثر رہا ہے لہٰذا برطانیہ کے کمزور ہونے پر ان نادیدہ قوتوں نے اپنا دست شفقت امریکہ پر رکھ دیا اور اب ساٹھ سال بعد شاید یہ دست شفقت یورپی یونین پر رکھا جانے والا ہے۔ تاہم اس مغربی تہذیب کی بھی چھ صدیوں کی داستانِ عروج اب انجام کو پہنچنے والی ہے۔

2

مفکرِ پاکستان
حضرت علامہ اقبال کے نام
مصنفؒ کا ایک خط

بسم الله الرحمن الرحیم

بخدمت بزرگوار علامہ محمد اقبال مسرور و شگفتہ باشید

مضمون: **سو سال بعد آپ کا ایک انقلابی VISIONARY ہونے کا اعتراف**

السّلام علیکم و رحمة الله

01۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ آپ عالم برزخ میں اپنی مرقد منوّر میں آرام سے ہوں گے آپ کی مرقد جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگا جو بے پناہ وسعتوں کا حامل ہوگا۔

02۔ آپ کے کلام سے جذبہ حاصل کرنے والے خوش نصیب لوگوں میں سے ایک ان سطور کا راقم بھی ہے۔ کافی عرصے سے خواہش تھی کہ آپ سے رابطہ کر کے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے حالات آپ کے سامنے رکھوں مگر مناسب ماحول اور مناسب الفاظ نہیں پا رہا تھا اس لئے دیر ہوگئی۔

03۔ آپ نے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لئے 'شکوہ' اور 'جواب شکوہ' کے ذریعے جو 'صُور' پھونکا تھا (شکوہ جولائی 1911ء اور جواب شکوہ ستمبر 1913ء اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور) اس کے ٹھیک ایک صدی بعد آپ سے رابطہ ممکن ہو سکا ہے۔

04۔ صدی ڈیڑھ صدی کی اغیار کی غلامی میں 'آسودہ' اُمت مسلمہ نے انگڑائی لی اور آنکھ کھولی تو آپ نے اپنی بانگ درا (گھنٹی کی آواز) سے اُسے ایک باوقار اور خوبصورت قافلہ بنا دیا کہ دنیا حیران رہ گئی۔

05۔ آپ کی شاعری نے ابلیسی صہیونی مغربی استعمار پر شانِ کلیمی سے ایسی کاری ضرب لگائی (ضرب کلیم) کہ برطانیہ کی عظیم سلطنت وقوت اس سے جانبر نہ ہوسکی۔ ابلیس کی فوری منعقدہ

مجلس شوریٰ اگر امریکہ کو آگے بڑھا کر حالات کو نہ سنبھالتی تو دنیا کا نقشہ ہی اور ہوتا۔ برطانیہ عظمی کے ایک سابق وزیر اعظم کے اعترافی بیان کی کاپی اس خط کے ساتھ منسلک ہے۔

06۔ ابلیسی صہیونی برطانوی استعمار نے مسلم بیداری کے جوش اور ولولہ کے نتیجے میں پاکستان کا مطالبہ مان تو لیا مگر پہلے مرحلے میں بدنیتی سے بہت سے مسلم اقلیت کے علاقے ہندو کو دے دیئے پھر کشمیر میں جنگ چھیڑ دی اور کشمیر جنت نظیر کو متنازعہ بنا کر ایک ناسور بنا دیا کہ آج تک اس سے مسلم خون بہ رہا ہے۔ حیدرآباد دکن پر ہندو نے برطانوی اشیر باد پر قبضہ کر لیا۔ جونا گڑھ پر بھی یہود کے فلسطین پر قبضے کی طرح ہنود نے ناجائز قبضہ کر لیا۔ مسلم دشمنی کے ان اقدامات پر عالمی طاقتیں ہندو غاصب کی پیٹھ پر تھپکی دیتی رہیں۔

07۔ نم آنکھوں کے ساتھ یہ کہنے کی جرأت بھی کر رہا ہوں کہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات، امریکی اشارے، روسی تعاون اور ہندو کی مسلم دشمن سوچ کے تحت 1971ء میں پاکستان کا ایک بازو کاٹ کر الگ کر دیا گیا جواب برادر ملک بنگلہ دیش کہلاتا ہے۔

08۔ پاکستان کا وجود، وطنیت پرستی کی نفی، خدا کا اثبات اور مذہب وریاست کے یکجا ہونے کی علامت تھا اور امّید تھی کہ پاکستان ایک مسلم نظریاتی ریاست کی حیثیت سے اُبھرے گا ـــــ مغرب کی ابلیسی طاقتوں کو 1949ء کی قراردادِ مقاصد کی منظوری کی صورت میں اپنی موت نظر آئی۔ لہٰذا پاکستان کی سالمیت کے خلاف ابلیس کی پے بہ پے مجالس شوریٰ منعقد ہوئیں اور عالمی یہودی کانگریس (WORLD JEWISH CONGRESS) اور اسرائیلی عمائدین پاکستان کے وجود ہی کے خلاف سازشیں کرنے لگے، فوجی حکمرانوں کے ذریعے پاکستان کو مسلسل عدمِ استحکام کا شکار بنائے رکھا اور مرضی کے سول حکمرانوں کو بھی کبھی سکون نہ آنے دیا۔

09۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا کہ ہماری کوتاہیوں اور لغزشوں کے باجود 1998ء میں پاکستان ایٹمی قوت بن گیا۔ اس سلسلے میں ابلیسی قوتوں کا زبردست دباؤ تھا مگر پاکستان کے بہی خواہ متعدد عمائدین حکومت لائق صد تحسین ہیں کہ اُنہوں نے پہلے بھی اور اب تک اس سلسلے سے میں کوئی دباؤ قبول نہیں کیا۔

10۔ آپ کو یہ جان کر انتہائی مسرت بخش اطمینان ہوگا کہ 79ء میں شمالی مغرب کی طرف

سے بے خدا کیمونسٹ استعمار بری نیّت سے پاکستان کی طرف بڑھ رہا تھا کہ پاکستان افغان عوام نے مل کر اس بدمست عالمی طاقت کو ہزیمت سے دوچار کر کے قصہ ٔ ماضی بنا دیا اس طرح مسلمانوں کے ہاتھوں برطانیہ عظمیٰ کے زوال کے بعد جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے ہاتھوں 1990ء میں دوسری عالمی طاقت بھی غوری، غزنوی اور ٹیپو سلطان کے جانشینوں کے ہاتھوں ماضی کے دھندلکوں میں گم ہوگئی۔

11۔ برادر مسلم ملک افغانستان کا آپ نے ذکر فرمایا تھا اور ان کے مسلّم آہنی عزم اور دینی غیرت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کچھ مشورے دیے تھے۔ الحمدللہ کہ برادر افغان بھائیوں نے پہلے روس کے خلاف سینہ سپر ہو کر درویشانہ بہادری کی داستان رقم کر دی دوسری مرتبہ اس ابلیسی صہیونی استعمار نے امریکہ کی سربراہی میں 2001ء میں پھر افغانستان کا رُخ کیا اور خواہش کے باوجود اب تک افغانوں کے جسم و جان سے 'رُوحِ محمدؐ' کو نہیں نکال سکا۔ بلکہ دس سالوں کی مسلسل ناکامیوں کے بعد بدحواس ہو چکا ہے اور عنقریب زخموں سے چور ہو کر ایسا کرے گا کہ واقعی مغربی استعمار پر END OF HISTORY کا لیبل لگ جائے گا۔ برطانوی ہند کا مسلم علاقہ جہاں آپ نے مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کا خواب دیکھا تھا وہ ایک صدی میں تین عالمی طاقتوں کی موت کا گھاٹ ثابت ہوا ہے۔

پاکستان پہلے چالیس قمری سال تو ہر طرح سے دشمنوں کے نرغے میں رہا ہے مگر اس کے بعد 86ء سے حالات مجموعی طور پر بہتری کی طرف جا رہے ہیں اور الحمدللہ پاکستان کی ریاست اپنے قیام کے مقصد کی طرف بڑھ رہی ہے۔

12۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے ساتھ مئی 1948ء صہیونیت اور ابلیس کی ذریت صلبی و معنوی نے اسرائیل نام سے ایک 'ناجائز' ریاست بنالی تھی جو مسلسل مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں شریک ہے اور مشرقِ وسطی میں اس نے فلسطینی مسلمانوں پر قیامت ڈھا رکھی ہے۔

13۔ حالات کا رُخ بتا رہا ہے کہ آپ کے VISION کے عین مطابق تہران و اصفہان سے ایک قوت اُٹھ کر اس صہیونی عفریت کو پابہ زنجیر کر دے گی اور یوں اگلے چند عشروں میں آپ کی یہ

توقع پوری ہوتی نظر آرہی ہے کہ

ے ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

14۔ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے اس بے پایاں احسان پر احسان مندی کے جذبات کے ساتھ ساتھ فخر بھی ہے کہ آپ جیسا رہنما ملا جس نے یہاں کے مسلمانوں کو وہ جذبہ اور ولولہ دیا جس کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ہے۔ آپ کی بانگ درا ـــــــــ سے بیدار ہو کر آگے بڑھنے والے مسلمان ایسے آگے بڑھے ـــــــــ ایسی شمشیر بے زنہار بنے، ایسا سیل رواں بنے کہ ـــــــــ دنیا حیران ہے کہ صرف ایک سو سال کے اندر تین عالمی صہیونی مغربی سپر طاقتوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کا باعث بن گئے اور فرشتے آسمان پر سہمے ہوئے ہیں کہ کل کے غلام آج کے غوری اور غزنوی کیسے بن گئے اور آپ کی عقابی نگاہ میں برطانوی ہند کا شمال مغربی علاقے کی بڑی اہمیت تھی جس کے بارے میں آپ نے کہا تھا

ے افغان باقی کوہسار باقی
الحکم للہ الملک للہ

اور ے آسیا یک پیکر آب و گل است
ملت افغان درآں پیکر دل است
از فسادِ اُو فساد آسیا
از کشادِ اُو کشاد آسیا

ـــــــــ آپ کا مشاہدہ صد فی صد درست نکلا اور آج آپ کی عظمت فکر اور عروج تخیل اور صحت فکر کا لوہا دنیا مانتی ہے کہ برطانوی ہند کا شمال مغربی علاقہ عصر حاضر میں ابلیسی عالمی صہیونی سپر طاقتوں کا قبرستان بن گیا ہے اور وہ دن دور نہیں جب آپ کی بصیرت (VISION) کے مطابق مشرق وسطیٰ میں حق و باطل کی عظیم جنگ (ARMAGADON) کے فیصلہ کن مرحلہ میں اسی وادئ سندھ (دریائے کابل بھی دریائے سندھ میں آکر گرتا ہے لہٰذا افغانستان بھی سندھ کی وادی کا حصہ ہے) کا بازوئے شمشیرزن اُٹھ کر باطل کا ستیاناس کر دے گا۔

؎ خضر وقت از خلوت دشت حجاز آید بروں
کارواں زیں وادی دور و دراز آید بروں

اوراس طرح نوع انسانی پرآشکار ہوگا کہ میرعرب ﷺ کومشرق سے آنے والی ٹھنڈی ہوا کی رمز کیا تھی۔

؎ میر عربؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

اورجنوبی ایشیامیں مسلم ریاست کے لئے آج کے صوبہ خیبر پی کے،سندھ، پنجاب، بلوچستان کے علاقوں پر خالق کائنات کی نگاہ انتخاب کیوں پڑی تھی اس لیے کہ افغانستان اور پاکستان کے یہ علاقے مل کر ہی انسانیت کو ابلیسی قوت کے جال سے نکالنے کا عزم رکھتے ہیں اور بے پناہ جذبے سے سرشار ہیں۔آپ کا یہ تجربہ بھی بالکل صحیح تھا کہ آپ کے مخاطب مسلمان کم کوش تو ہو سکتے ہیں بے ذوق نہیں تھے۔ایک صدی کے حالات وواقعات نے اس پرمہرتصدیق ثبت کردی ہے۔

15۔ آپ کے (اپنی مرقد میں) آرام میں مُخلّ ہونے اورسمع خراشی کی بے باکانہ جرأت پر معذرت خواہ ہوں۔

بصد احترام

ایک دردمند مسلمان
انجینئر مختار فاروقی

عربی محاورے میں ''اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ'' کے مصداق برطانوی حکومت کے وزیر اعظم (جیمز رامزے میکڈونلڈ) نے پون صدی بعد 2007ء میں اس کا اعتراف کیا کہ تقسیم ہند نہ برطانیہ کا منصوبہ تھا اور نہ ہندو کی خواہش بلکہ صرف اور صرف علامہ اقبال کے افکار کا نتیجہ تھا:

تقسیم ہند کا اصل سبب کون؟

کیا اسلام کو جدیدیت کو اپنا لینا چاہیے یا اپنے بنیادی اصولوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے؟ دو ایسے مدارس کے درمیان جو اپنے قیام کے وقت جغرافیائی لحاظ سے چند میل کے فاصلہ پر تھے، دینی نظریات کی اس چیخ کو اس دَور میں قابل اعتنا نہیں سمجھا گیا۔لیکن اگلے 100 برس میں یہ معمولی دراڑ اسلام کو دو باہم برسر پیکار نظریات میں تقسیم کرنے والی ایسی صدا تھی جس کی بازگشت آج تک دنیا میں گونج رہی ہے۔اس معمولی چیخ کے ایک بحران کی صورت میں ظاہر ہونے سے پہلے مدرسہ دیوبند اور علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی آزادیٔ ہندوستان کے مشترکہ مقصد میں شریک تھے اور تعلیمی رجحانات کے اختلاف کو نظر انداز کرتے ہوئے دونوں اداروں کے طلبہ اور عملہ بیسویں صدی کے ابتدائی دہائیوں میں برصغیر میں سامراجی حکومت کے خاتمہ کے لیے ہندوؤں کے ساتھ شامل تھے۔لیکن قومیتی رجحانات اس کمزور اتحاد کی راہ میں حائل ہو گئے۔ ہندوستان جو مختلف ریاستوں کا ایک مجموعہ تھا اور مغل حکمرانوں کے تحت متحد ہو گیا تھا برطانوی سامراج کے تحت تہذیبی اور مذہبی بنیادوں پر پارہ پارہ ہونے لگا۔پہلی جنگ عظیم کے بعد ایک ہردلعزیز مسلمان شاعر اور مفکر نے جس کا نام محمد اقبال تھا، مستقبل کے آزاد ہندوستان میں مسلم اقلیت کی حیثیت کا

سوال اٹھاتے ہوئے ایک اسلامی قومیتی نظریہ کی بنیاد رکھنا شروع کی۔اقبال جنہیں کسی دور میں اپنی نظموں کی وجہ سے ہندو مسلم اتحاد کا پیامبر سمجھا جاتا تھا، یورپ میں وقوع پذیر ہونے والے یہودی انتشار عظیم (DIASPORA) کے انجام کے بارے میں اب انتہائی متفکر نظر آنے لگے، کیونکہ'' اقبال نے عیسائی یورپ کی ثقافتی اکثریت میں یہودی وحدانیت کو پارہ پارہ ہوتے دیکھا تھا اور انہیں یہ پریشانی لاحق تھی کہ مسلمانوں کا بھی یہی انجام ہوگا ان کا خیال تھا کہ اگر مسلمانوں نے اپنی تہذیب کو ہندی قومیت کی بھینٹ چڑھا دیا تو آہستہ آہستہ وہ اس میں جذب ہوتے ہوئے معدوم ہو جائیں گے۔'' یہ بات پاکستان کے ادارہ مقتدرہ قومی زبان کے چیئرمین اور اقبال کی سیاسی فکر پر لکھی گئی ایک کتاب کے ایڈیٹر فتح محمد صاحب نے بیان کی۔

اقبال نے آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک حواس باختہ اجتماع کے سامنے 29 دسمبر 1930ء کو اس صورت حال کا یہ حل رکھا کہ شمال مغربی ہندوستان میں مسلم اکثریتی صوبوں پر مشتمل ایک آزاد ریاست ہو، ایک علیحدہ وطن جہاں مسلمانوں کا اپنا اقتدار ہو۔اس تجویز کا ردعمل دھماکہ خیز تھا۔ اس وقت کا برطانوی وزیراعظم JAMES RAMSAY MacDONALD پکار اٹھا کہ متحدہ ہندوستان کے لیے''ہماری تمام کاوشوں پر اقبال شاعر نے پانی پھیر دیا ہے۔'' اگلے ہی روز TIMES OF LONDON کے اداریہ نے مشرق وسطیٰ، ایران، افغانستان اور روسی سلطنت کے سرحدی علاقوں پر مشتمل ایک متحدہ اسلامی ریاست کے منصوبہ کا چرچا کیا۔

(ٹائم میگزین 13 اگست 2007ء)(ترجمہ شہرام اقبال)

ضمیمہ جات

نوید خلافت

قربِ قیامت میں
عالمی غلبہ اسلام
سے متعلق

تین احادیث مبارکہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

بمع ترجمہ

نوید خلافت

ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے انسانیت کے لئے ابر رحمت اور عدلِ اجتماعی کی ضمانت اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے نظام خلافت کے قرب قیامت میں دوبارہ قائم ہونے کی واضح پیش گوئی فرمائی ہے۔

ذیل میں تین اہم احادیث کا متن اور ترجمہ شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ یہ احادیث ہمارے عام مسلمان بلکہ علماء کرام کے ہاں بھی تذکرے میں نہیں آتیں۔ ایک صدی قبل علامہ اقبال نے اِن احادیث اوران کے اندر وارد نوید جانفزاء ـــــــ یعنی نوید خلافت کا تذکرہ کیا تھا:

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

انہیں اس بات کا حتمی یقین تھا کہ عنقریب مغربی استعمار کے خاتمے پر دنیا میں اسلام کے نظام خلافت کا غلبہ ہوگا اور ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی آفاقی نبوت کی وجہ سے اتمامِ حجت کے لئے اب نظام خلافت کا غلبہ بھی عالمی ہوگا۔ علامہ اقبال اس یقین و اذعان کو عام مسلمانوں کے دلوں میں کاشت کرنا چاہتے تھے۔ وہ فرماتے تھے:

مسلم استی سینۂ را از آرزو آباد دار
ہر زماں پیش نظر 'لا یخلف المیعاد' دار

یعنی اللہ تعالیٰ تو عالمی خلافت کے قیام کے اسباب پیدا فرما دے گا۔ کمی ہمارے یقین و ایمان کی ہے کہ ہم اس راستے میں کماحقہٗ محنت اور جدوجہد نہیں کر رہے۔ اے مسلمان ہر وقت یہ بات پیش نظر رکھو

.... کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی کبھی خلاف ورزی نہیں فرماتا۔
اے مسلمان اس نوید جانفزا.................. عالمی خلافت کے قیام کے وعدے میں اپنے سپنوں کو آباد رکھو اور اس کی آرزو اپنے دلوں میں پالو اور اُسے قربانیاں دے کر ہمہ دم تازہ رکھو۔

ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے فرمان حق ترجمان کے مطابق عنقریب صہیونیت اور اس کی پروردہ باطل قوتوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور دنیا میں نظام خلافت کے قیام سے عدل وانصاف کا دور دورہ ہوگا۔ کوئی کسی کا محتاج نہیں رہے گا کوئی بھوکا نہیں سوئے گا کسی کی عزت نہیں لٹے گی کوئی اپنے حق سے محروم نہیں رہے گا انسان دوست ماحول ہوگا اور اعلیٰ انسانی اخلاقی اور روحانی اقدار کا فروغ ہوگا جس سے دنیا جنت ارضی کا نقشہ پیش کرے گی۔

آج کے مغربی سرمایہ دارانہ نظام، سیکولرازم، آزادی، بے راہ روی، بے حیائی اور حیوانیت کا خاتمہ انسانیت کا مقدر ہے۔ اعلیٰ انسانی اقدار، جو آج طاق نسیاں ہوگئی ہیں دوبارہ عام ہوکر ابلیس اور اس کی ذُرّیت کو خائب وخاسر کردیں گی۔

وہ دن ——— درحقیقت حضرت محمد ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کی برکات کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھنے کا دن ہوگا ——— اور یہی شان آپ کی رحمت اللعالمینی کی شان ہے جس کے سایہ میں مسلم اور غیر مسلم سب آسودگی سے انسانیت کے روپ میں زندگی گزار سکیں گے۔

خلافت راشدہ دراصل خلافت علی منہاج النبوۃ
ہی تھی یہ بابرکت دور دوبارہ آ کر رہے گا آج ہم
مسلمان اس دور میں داخل ہو رہے ہیں

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: تَکُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَة عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيًّا فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَة عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، ثُمَّ سَكَتَ

(رواه احمد: عن النعمان بشير)

’’تمہارے اندر عہد نبوت جب تک اللہ چاہے گا موجود رہے گا۔ پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اس (عہد نبوت) کو ختم کر دے گا۔ (اس کے بعد) خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی، جو قائم رہے گی جب تک اللہ (اسے قائم رکھنا) چاہے گا، پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کر دے گا۔ پھر (اس کی جگہ) کاٹ کھانے والی بادشاہت قائم ہو جائے گی، جو جب تک اللہ چاہے گا برقرار رہے گی۔ پھر جب اسے بھی اللہ ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا۔ پھر جابرانہ ملوکیت کا دور ہوگا، جو جب تک اللہ چاہے گا باقی رہے گا۔ پھر اللہ جب اسے بھی ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا۔ پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ (دوبارہ) قائم ہو جائے گی۔ پھر آپؐ خاموش ہو گئے۔‘‘

نظام خلافت کے قیام کا کارواں پوری دنیا میں
اللہ کے دین کا جھنڈا لہرا کر ہی دم لے گا۔

عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم:

اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَأَیْتُ
مَشَارِقَھَا وَ مَغَارِبَھَا، وَ اِنَّ اُمَّتِیُ
سَیَبْلُغُ مُلْکُھَا مَا زَوٰی لِیَ مِنْھَا

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا، چنانچہ میں نے اسکے تمام مشارق و مغارب دیکھے اور یقیناً میری امت کا اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک زمین کو میرے لیے لپیٹا گیا!‘‘ (یعنی اہل اسلام کا اقتدار کرۂ ارض کے کونے کونے پر قائم ہوگا)

(رواه مسلم و الترمذی و ابوداود و ابن ماجة)

نظام خلافت کے عادلانہ نظام کی برکات
ہر مکان اور ہر جھونپڑی میں پہنچ کر رہیں گی

عن المقداد رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ:

لَا يَبْقٰى عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ بَيْتُ مَدَرٍ وَ لَا وَبَرٍ

اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ كَلِمَةَ الْاِسْلَامِ

بِعِزِّ عَزِيْزٍ وَ ذُلِّ ذَلِيْلٍ

اِمَّا يُعِزُّهُمُ اللّٰهُ فَيَجْعَلُهُمْ مِنْ اَهْلِهَا

اَوْ يُذِلُّهُمْ فَيَدِيْنُوْنَ لَهَا۔

قُلْتُ (فَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ)

(رواہ احمد فی ”المسند“ بسند صحیح)

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''روئے زمین پر

نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر رہ جائے گا اور نہ اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا کوئی خیمہ

جس میں اللہ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کر دے

خواہ کسی سعادت مند کو عزت دے کر اور خواہ کسی بد بخت کو مغلوبیت کے ذریعے یعنی یا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو (اسلام کی بدولت) عزت عطا فرما دے گا اور انہیں کلمہ اسلام کا قائل و حامل بنا دے گا۔ (حالت کفر پر برقرار رہنے کی صورت میں) انہیں مغلوب فرما دے گا کہ وہ اس کے محکوم اور تابع بن کر رہیں گے!''

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر میں نے اپنے دل میں کہا!

''پھر تو واقعتاً دین کل کا کل اللہ ہی کے لیے ہو جائے گا!''

ہند کے مسلمانوں کی امنگوں کا ترجمان

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد　　کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزم عالی شان　ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد
پاک سرزمین کا نظام　　قوتِ اخوتِ عوام
قوم ملک سلطنت　　پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد
پرچم ستارہ و ہلال　　رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال　　جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال